جنوری
2025ء

اَللّٰهُمَّ انْصُرِ
الْاِسْلَامَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ
فِیْ كُلِّ مَكَان

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ (القرآن:54)

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 19 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن) | رجب : 1446ھ

شمارہ : 01 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | جنوری : 2025ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبداللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِتعاون: اندورنِ ملک 800 روپے

معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		6
3	حرفِ آرزو	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
4	قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	انجینئر مختار فاروقیؒ	9
5	مال و دولت دنیا کی حقیقت (2)	انجینئر عبداللہ اسماعیل	22
6	نمازِ تہجد کی فضلیت و اہمیت	حافظ عطاء الرحمٰن	32
7	اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت و اِفادیت (9)	مولانا امین عزیز بھٹی	44
8	ملک شام میں لگی آگ کے شعلے کہاں تک پہنچے گے؟	محمد منظور انور	53
9	اجتماعی زندگی میں اخوت، مساوات، معاشی عدل	انجینئر مختار فاروقیؒ	58
10	ماہانہ رپورٹ اور ماہانہ دروسِ قرآن		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

سورۃ آل عمران

سورۂ آل عمران کی 200 آیات اور 20 رکوع ہیں۔ یہ سورت، سورۂ بقرہ سے گہری مشابہت رکھتی ہے۔ جس طرح سورۂ بقرہ کے پہلے حصے (ابتدائی 18 رکوع) میں تمہید کے بعد زیادہ تر اہل کتاب کے گروہ یہود سے اور دوسرے حصے (19 ویں رکوع تا آخر) میں مسلمانوں سے خطاب ہے، اسی طرح اس سورۃ کے پہلے حصے (ابتدائی 10 رکوع) میں تمہید کے بعد اہل کتاب کے دوسرے گروہ نصاریٰ سے اور دوسرے حصے میں زیادہ تر مسلمانوں سے خطاب ہے۔ اِس سورت کی ابتدائی 32 آیات تمہید پر مشتمل ہیں اور 33 تا 63 آیات میں نصاریٰ سے خطاب ہے اور اس حصہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، ان کا مقام ومرتبہ، ان کی اصل حیثیت اور پھر ان کے ساتھ جو معاملہ ہوا، اس کا تذکرہ ہوا ہے۔ اگلی 64 تا 101 آیات، اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو اسلام کی دعوت کے ساتھ دیگر اہم اور جامع مباحث پر مشتمل ہیں۔ اِس سورۃ کے دوسرے حصے (آخری 10 رکوع) میں، جس کا آغاز یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے الفاظ سے ہوا ہے، زیادہ تر اہل ایمان سے خطاب ہے، اس حصے کی تقریباً 60 آیات غزوۂ اُحد کے تذکرہ پر مشتمل ہیں یعنی اس غزوہ میں جو حالات پیش آئے اُن پر تبصرہ، مسلمانوں سے جو کوتاہی ہوئی اس پر تنبیہ اور آئندہ کے لیے ہدایات۔ پھر اس سورۃ کے آخری دو رکوع گویا پوری سورت کا خلاصہ ہیں، ان میں سے بھی آخری رکوع بہت زیادہ جامعیت واہمیت کا حامل ہے۔

الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ

الم، اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

Allah! There is no one worthy of worship except Him.

الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ؕ﴿۲﴾

وہ زندہ ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے

The Living (on His own)

the Sustainer (of all other than Him)

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ

اس نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) تم پر سچی کتاب نازل کی

He sent down the book to you with truth,

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ

جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

Confirming (the revelation) that preceded it,

وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ﴿۳﴾

اور اس نے تورات اور انجیل نازل کی

And He also sent down the Taurah and the Injeel (the Gospel),

مِنۡ قَبۡلُ ہُدًی لِّلنَّاسِ

(یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے پہلے (تورات اور انجیل اتاری)

(Which were revealed) before that,

as a direction for mankind,

وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ

اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا

And He has revealed the criterion,
(to distinguish between right and wrong).

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

Indeed those, who reject Allah's revelations,

لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ

ان کو سخت عذاب ہوگا

There is a severe punishment for them.

وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴﴾

اور اللہ زبردست اور بدلہ لینے والا ہے

As Allah is Mighty, Capable of retribution.

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۵﴾

اللہ (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں

For sure, nothing is hidden from Allah,
On earth or in the heaven.

ہُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ

وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے

It is He, Who gives you shapes,
in the mothers' wombs, the way He likes.

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶﴾

اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

There is no one worthy of worship except Him,
Almighty, All-Wise.

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا

بے شک جنت میں ایسے (صاف وشفاف) بالا خانے ہیں

یُرٰی ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَ بَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا

جن کا باہر ان کے اندر سے اور اندر ان کے باہر سے دکھائی دیتا ہے

أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ

یہ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کے لیے تیار کیے ہیں جس نے

(ان کاموں کو اپنا معمول بنایا)

أَلَانَ الْكَلَامَ وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ،

گفتگو نرمی سے کی اور کھانا کھلایا

وَ تَابَعَ الصِّيَامَ،

اور تسلسل سے روزے رکھے

وَ صَلّٰى بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ

اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھی حالانکہ سب لوگ سو رہے تھے

(مشکاة ، عن ابی مالك الاشعری رضی اللہ عنہ)

ے زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزُو

انجینئر عبداللّٰہ اسماعیل

(ماخوذ از ح ب 01/10)

1 16 دِسمبر

16 دسمبر ہر سال آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ 53 سال پہلے (1971ء میں) آنے والے 16 دسمبر کے دلخراش واقعات بھی تازہ ہوجاتے ہیں۔ اس وقت ہماری دو نسلیں جوان ہو کر میدانِ عمل میں آگئیں جو جانتی ہی نہیں کہ 16 دسمبر 1971ء سے پہلے پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھا ایک مغربی پاکستان جو اب 'پاکستان' کہلاتا ہے اور ایک مشرقی پاکستان جو اب 'بنگلہ دیش' کہلاتا ہے۔ افسوس کہ دشمن نے سازشوں کا جال بچھا کر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا اور سیکولرازم کا لبادہ اوڑھے اور انسانی حقوق اور جمہوریت کے راگ الاپتے بنگلہ دیش میں پاکستان کی حمایت کرنے پر محبِّ وطن مخلص مسلمانوں کو پھانسی کے گھاٹ پہنچاتا رہا ہے۔ مزید افسوس اس بات کا ہے کہ 16 دسمبر 1971ء کے وقت پاکستان کو دولخت کرنے والے کرداروں کو سامنے نہیں لایا گیا۔

آنکھیں بند کرنے سے مسائل ختم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں اور دشمن مزید دلیری دکھاتا ہے۔ اپنی کمزوری کی نشاندہی، تجزیہ اور 'آئندہ را احتیاط' کا معاملہ ہی قوموں اور ملکوں کو بامِ عروج تک پہنچاتا ہے۔ قرآن مجید میں جنگ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کی چند کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی تھی جن کا مداوا کیا گیا اور آئندہ کے مراحل کے لیے مسلمان ایک نئے عزم سے کمر بستہ ہوگئے۔ آج بھی ملکی اور اجتماعی سطح پر سقوطِ ڈھاکہ کا باعث بننے والے کرداروں کو سامنے لانا ضروری ہے تاکہ پاکستان کے بہتر مستقبل کی تعمیر ہوسکے۔

2 اس شمارے کے ساتھ 'حکمت بالغہ' کی اشاعت کا انیسواں (19) سال شروع ہو رہا ہے۔ اس عرصے میں اس جریدہ کی بلا ناغہ بر وقت اشاعت اور 14 خصوصی شاندار نظریاتی اشاعتیں ہی اس جریدے کا اصل اثاثہ ہیں، جو یہ ہیں:-

1 2007ء حقیقت انسان نمبر **2** 2008ء حقیقت علم نمبر

3 2009ء احیاء العلوم نمبر

4 2010ء دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر

5 2011ء حقوقِ نسواں نمبر **6** 2012ء یاجوج ماجوج نمبر

7 2013ء خصوصی اشاعت: الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

8 2014ء خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......

9 2015ء خصوصی اشاعت: حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

10 2016ء احیائے فکر اقبال نمبر

11 2017ء بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران

12 2018ء وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت......اور......

13 2019ء ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی

14 2020ء اقبال و جناح کے پاکستان کا استحکام و بقا...... چند عملی اقدامات

ہم بھی اس موقع پر اپنے رب کے حضور عاجزی سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہماری ان مساعی کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ ان مساعی میں جو خیر کا پہلو ہے وہ صرف اسی (سبحانہ وتعالیٰ) کی عطا ہے اور جو شر کا پہلو ہے وہ سراسر ہماری کوتاہیوں، غلطیوں نا اہلیوں اور نفسانیت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جریدہ کے خیر کو عام فرمادے اور اس کے 'شر' سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔ یہ جریدہ دیگر ملکی جرائد کے مدیران کو تبادلے کے طور پر بھی جا رہا ہے اور بہت سے اہل دانش اور باحیثیت لوگوں کو اعزازی طور پر بھیجا جاتا ہے۔ جن حضرات کو یہ جریدہ اعزازی طور پر ملتا ہے ان سے درخواست ہے کہ اگر وہ آسودہ حال ہیں اور اس جریدہ میں ان کی نگاہ میں کوئی 'خیر' کا پہلو ہے تو انہیں پہلی فرصت میں اس جریدے کا مستقل خریدار ضرور بن جانا چاہیے تاکہ یہ جریدہ وسائل کی کمی کا شکار ہوئے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھ سکے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ آمین

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

آیات 176 | سُوْرَۃُ النِّسَاءِ مَدَنِیَّۃٌ | رکوع 24

تمہید

قرآن مجید میں معنوی تقسیم کے لحاظ سے سورتوں کے جو گروپس ہیں ان میں سے پہلا گروپ ایک مکی سورۃ (سورۃ الفاتحہ) اور چار طویل ترین مدنی سورتوں (سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ) پر مشتمل ہے۔ ان چار مدنی سورتیں کے بھی آپس میں دو دو کے جوڑے ہیں: سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران، ان کے مضامین آپس میں گہری مشابہت رکھتے ہیں اور ان دونوں کا آغاز بھی حروفِ مقطعات 'الٓمّٓ' سے ہوا ہے۔ جبکہ اس گروپ کی باقی دو مدنی سورتیں سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ، ان کی بھی آپس میں گہری مشابہت ہے ان کا آغاز پہلی دو سورتوں کے برعکس حروفِ مقطعات کے بغیر ہے۔ سورۂ نساء کا آغاز ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ﴾ سے ہے اور سورۃ المائدہ کا ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ سے ہے۔

اس سورۃ میں جو مضامین آئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اس میں یتیموں اور خواتین کے حقوق کا تذکرہ ہے اور ضمنی طور پر اس میں وراثت کے احکام آئے ہیں۔ وراثت کے احکام میں بین السطور یہ بات ہے کہ خواتین اور کم سن بچوں بچیوں کا وراثت میں جو حق مقرر کیا گیا ہے وہ ان کو دیا جائے۔ اسلام سے پہلے لوگ خواتین کو وراثت میں حق نہیں دیتے تھے، ان کا حق تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ آج بھی کچھ لوگ ایسے ہیں اور اس میں جاگیردار، زمیندار اور صاحب حیثیت

حضرات نمایاں ہیں۔ تو اس لحاظ سے اُس زمانے میں خواتین بھی پسے ہوئے، محروم اور مظلوم طبقات میں شمار ہوتی تھیں۔ اس سورت میں یتیموں اور خواتین دونوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید ان دونوں کے حقوق ان کو دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس سورت کی آیتوں کو تعداد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں تقریباً نصف آیتیں منافقین سے متعلق ہیں۔ یہ سورت 5ھ کے قریب نازل ہوئی ہے اور اس وقت تک نفاق کا پودا کافی پھیل چکا تھا۔ سورۃ البقرہ میں نفاق کا زیادہ ذکر نہیں ہے، سورۃ آل عمران میں جنگ اُحد کے پس منظر میں اس کا پورا تذکرہ ہوا ہے، اس وقت منافقین کا گروہ کھل کر سامنے آ گیا تھا اس کے بعد یوں سمجھئے کہ وہ اور پھلتا پھولتا چلا گیا۔ اس سورۃ میں تقریباً نصف آیات میں منافقین سے خطاب ہے۔ منافقین کا دراصل مسئلہ کیا تھا؟ اُس زمانے میں ان کے ذہن میں ایک بڑی مشکل بات جو کڑوی گولی کی طرح ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتی تھی وہ اطاعت رسول ﷺ تھی۔ اور آج بھی منکرین حدیث کا بنیادی طور پر مسئلہ یہی ہے کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شخصی اطاعت بہت بھاری گزرتی ہے۔ یہ بات باقی لوگ کسی نہ کسی طرح قبول کر لیتے ہیں اس کا حق چاہے کتنا ہی تھوڑا ادا کرتے ہوں۔ البتہ جو شخص منافقین کے کھاتے میں چلا جاتا ہے وہ بنیادی طور پر وہی ہوتا ہے کہ جس پر محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصی طور پر اطاعت گراں گزرتی ہے۔ دوسری چیز جو منافقین پر گراں گزرتی تھی وہ قتال فی سبیل اللہ تھا۔ کیونکہ ان کی زندگی کا اصل رخ تو یہی دنیا تھی، آخرت کا اتنا احساس نہیں تھا۔ اگر اللہ اور آخرت پر اس درجے کا یقین ہو جتنا کہ مطلوب ہے تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے میں بھی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔ یہی تو کمی ہے اسی وجہ سے ان کی جو ترجیحات تھیں وہ اسی دنیا میں رہنا یہیں کی آسائش و آرام اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانا تھا، جہاد اور قتال تو اس کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا قتال بھی ان پر بہت بھاری گزرتا تھا اور تیسری چیز جو کچھ منافقین پر بھاری تھی وہ ہجرت تھی۔ مدینہ چھوٹی سی بستی تھی سارے مسلمان اسی میں نہیں بستے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو جو لوگ بھی مدینے کی باہر کی بستیوں کے قبائل سے مسلمان ہوئے ان کو حکم یہ تھا کہ جو سفر کی استطاعت رکھتا ہے وہ ہجرت کر کے مدینے آ جائے تاکہ مسلمانوں کی قوت مجتمع ہو پھر ان کو منظّم کر کے، ان کی تربیت کر کے ان کو کفار سے ٹکرا دیا

جائے۔ اگر وہ قوت منتشر رہے اور کوئی کہیں کوئی کہیں چند لوگ اس آبادی میں اور چند لوگ اس آبادی میں رہیں مدینے میں جمع نہ ہوسکیں تو پھر کفار کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس وقت ہجرت کا حکم تھا جس کا تذکرہ اس سورۃ میں آئے گا کہ وہ کتنا اہم کام تھا لیکن منافقین یا وہ لوگ جن کے دل میں ابھی ایمان راسخ نہیں ہوا تھا ان پر یہ چیز بھی بہت بھاری تھی کہ اپنا گھر بار اپنے آباؤ اجداد کا علاقہ وہ رسم و رواج سارے رشتے داریاں چھوڑ کر کیسے یہاں سے مدینے ہجرت کر کے آجائیں۔ تو منافقین کے ان معاملات کا ذکر اس سورۃ میں بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ پھر اس سورت میں اور چیز یہ بھی ہے کہ چند اہم آیات ہیں، جس طرح سورۃ البقرہ میں ہم نے آیت الآیات، آیت البر اور آیت الکرسی پڑھی یہ اُس سورت کی اہم آیات ہیں، اسی طریقے پر اِس سورت میں بھی اہم آیتیں ہیں بلکہ آیتوں کے کچھ مجموعے ہیں دو دو تین تین آیتیں مل کر بہت ہی حسین مضمون ادا کرتی ہیں۔ ان میں اُن معاملات کا ذکر ہے جو اسلامی ریاست سے متعلق ہیں کہ اسلامی ریاست کیا ہے؟ اس میں مقنّنہ (قانون ساز ادارہ) کی کیا حیثیت ہے، انتظامیہ کی کیا حیثیت ہے، پھر عدلیہ (Judiciary) کا کیا نظام ہے اور اسی طرح جو اختلافات ہوں گے ان کو کیسے طے کیا جائے گا؟ یہ سارے معاملات اس سورت میں ضمنی طور پر آئے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اس کے ترجمہ کا آغاز کرتے ہیں:

آیات 01 تا 10

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ — اے لوگو!

یہ بات اپنے ذہن میں تازہ کر لیجیے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام آفاقی پیغام ہے یعنی کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کی طرف، اور اس زمانے میں بھی جب رسول اللہ ﷺ حیات تھے اور اس کے بعد سے تا قیامت دنیا میں آنے والے سب انسانوں کی طرف یہی پیغام ہے

اتَّقُوْا رَبَّكُمُ — ڈرو اپنے رب سے

اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی نافرمانی سے بچو

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور اسی ایک جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا

وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً اور اسی انسانی جوڑے سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا کر دیں

اس وقت دنیا میں انسانی آبادی سات سو کروڑ کے لگ بھگ یا اس سے بھی متجاوز ہے یہ سب اسی ایک انسانی جوڑے کی اولاد ہیں۔ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نفس سے اسی کا جوڑا پیدا کیا، ایک ایسی حقیقت ہے جس تک انسانی ذہن کی ابھی تک رسائی نہیں ہوئی کہ اللہ نے کیسے ایک جان کو پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا، اس کی زوج پیدا کر دی یعنی آدم کو پیدا کیا پھر آدم سے ہی حوا کو پیدا کیا۔ سائنسی لحاظ سے یہ عقدہ ابھی تک حل نہیں ہوا لیکن قرآن مجید کہہ رہا ہے تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ابھی سائنس اور انسانی علوم اور آگے بڑھیں تو یہ بات مزید واضح ہو جائے۔ پہلے آدم وحوا کا ایک جوڑا وجود میں آیا پھر ساری نسل انسانی اسی ایک جوڑے کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں جو مفہوم سامنے آرہا ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کو آپس جوڑنے والی چیز کیا ہے؟ بنی نوع انسان میں کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی گندمی ہے اور کوئی کوئی زبان بولتا ہے کوئی کسی علاقے میں رہتا ہے۔ آج دنیا کو ان کے درمیان قدرِ مشترک نہیں ملتی کہ تمام بنی نوع انسان کو جوڑنے والی کیا چیز ہے؟ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی یہ مضمون آیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو جوڑنے والی دو چیزیں ہیں، انسان کہیں کا رہنے والا ہو، کالا ہو یا گورا ہو، وہ کوئی زبان بولتا ہو، سب میں دو چیزیں مشترک ہیں: ایک وحدتِ الٰہ (وحدتِ خالق) یعنی سب کا پیدا کرنے والا ایک ہے، ایک اللہ نے سب کو پیدا کیا ہے، اور دوسرا وحدتِ آدم یعنی سب ایک آدم سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب کا باپ ایک ہی ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ سب ایک ہی انسانی جوڑے کی اولاد ہیں۔ اس لحاظ سے تمام انسان وہ کسی برادری سے ہوں وہ کوئی زبان بولتے ہوں وہ آپس میں گویا Cousins ہیں۔ جیسے کئی بہن بھائی اپنے باپ پر آپس میں جڑ جاتے ہیں پھر ان کے باپ اور چاچا اور پھوپھیاں اور ان کی اولاد سب مل کر دادا پر مل جاتے ہیں، اس سے ایک درجہ

اور اوپر چلے جائیں تو ایک بڑا دائرہ بن جاتا ہے اسی کو بڑھاتے چلے جایئے تو آدم اور حوا پر جا کر تمام انسان ان کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ تمام انسان آپس میں رشتے دار ہیں اور اسی کی صلہ رحمی کا پھر حکم ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کا تم واسطہ دے کر سوال کرتے ہو اور رشتہ داری سے

صلہ رحمی کرو، قطع رحمی نہ کرو۔ رحمی رشتوں کو توڑنے سے بچو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے

یہ آیت اپنے مضامین کے اعتبار سے کتنی اہم ہے؟ اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ عقدِ نکاح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرماتے تھے جبکہ ایک عورت اور مرد نکاح کے بندھن میں بندھ رہے ہوتے ہیں اور ایک خاندان وجود میں آ رہا ہوتا ہے، اُس خطبہ میں سب سے پہلے یہ آیت تلاوت کرتے تھے۔ کیونکہ اس آیت کے ذریعے سے یاددہانی ہوتی ہے کہ یہ نسل انسانی کا جو جوڑا رشتہ ازدواج میں منسلک ہو رہا ہے اس کے ذہن میں رہنا چاہیے کہ کوئی اونچا نیچا نہیں ہے، کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں ہے بلکہ تمام انسان برابر ہیں اور سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد یتیموں سے متعلق احکام ہیں اور یتیموں میں سے بھی خاص طور پر جو یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں ان کا اُس معاشرے میں کوئی پرسان حال ہی نہیں تھا، ان کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے معاملات کی حفاظت سے متعلق رہنمائی ہے۔ فرمایا:

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ اور دے دو یتیموں کو ان کے مال

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ اور نہ بدلو (اپنے) برے مال کو (ان کے) اچھے مال سے

یہ یتیموں کے مسائل ہر معاشرے میں پیش آتے ہیں، اس لیے کہ کسی خاندان کا سربراہ مرد فوت جائے جس کی اولاد ابھی نابالغ ہو تو وہ یتیم ہو جاتے ہیں، عورت بیوہ ہو جاتی ہے پھر ان کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ قبائلی زندگی میں یتیموں کے مسائل زیادہ ہوتے تھے اس لیے کہ وہاں کوئی نظام نہیں تھا، وہاں چونکہ اتنی تعلیم نہیں تھی اس لیے یتیموں کے حقوق کا کوئی تصور نہیں تھا لہٰذا جب کوئی یتیم ہو جاتا تو اگر اس کے ولی یا سرپرست آدمی کی اخلاقی سطح اتنی اچھی نہ ہوتی تو وہ

یتیم بچوں یا بچیوں کا مال اپنے قبضہ میں لے کر اپنے مال کے ساتھ ملا لیتا اور یوں ہی خرچ کرتا رہتا جب وہ جوان ہوتے تو پتہ ہی نہ چلتا کہ وہ مال کہاں گیا بس سارا مال ختم ہو گیا۔ جو انسان فوت ہو جائے عموماً اس کا بھائی یعنی بچوں کا چچا اس کے مال کو اپنی تحویل میں لیتا ہے یا کوئی اور قریبی رشتہ دار لیتا ہے تو ان کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ ان یتیموں کا مال ان کو واپس کر دیا کرو جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور اس کو تبدیل بھی نہ کیا کرو، مثلاً کوئی جانور ہیں گائیں بکریاں وغیرہ ان کی تعداد پوری تو کر دیں لیکن جو اچھی ہیں وہ اپنے پاس رکھ لیں اور جن میں کوئی عیب یا نقص ہے وہ ان یتیم بچوں کو دے دیں، تو ایسا بھی نہ کیا کرو۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور ان کے مالوں کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھایا پیا کرو

کہ مال اکٹھا کر لیا یا کسی مشترکہ کاروبار میں مال لگا دیا۔ اس کو گڈمڈ کر کے سارا کھا پی گئے، یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو یہ طریقہ درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جاننے والا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② یہ بہت بڑا گناہ ہے

اگر ایسا کرو گے تو اس کا بڑا وبال ہوگا۔ آگے آیت نمبر 10 میں آئے گا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ تو آگ ہے جو اپنے پیٹ میں اتار رہے ہیں۔

آگے خاص طور پر یتیم لڑکیوں سے متعلق حکم ہے۔ اگر وہ کسی کی تحویل میں چلی گئی ہیں تو عام طور پر ہوتا کیا تھا؟ جس بات کے پیش نظر یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ اگر یتیم بچی کے پاس مال بھی ہے جو اسے اس کے والد کی طرف سے ملا ہے اس کی کوئی جائیداد ہے تو اس پر لوگوں کی نگاہ ہوتی تھی، کبھی اس کا ولی اس سے خود نکاح کر لیتا یا اپنے گھر کے کسی فرد سے اس کا عقد نکاح کر دیتا۔ اللہ نے اس کے بارے میں ہدایات دی ہیں کہ ایسی یتیم بچی کو اگر تم اپنے نکاح میں یا اپنے گھر میں ڈال لو گے تو پھر اُس معاشرے میں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ اگرچہ آج بھی وہی حال ہے کہ لوگ اس کے پورے حقوق ادا نہیں کرتے اور اس کا پیچھے کوئی پرسان حال بھی نہیں ہوتا۔ ہونا یہ چاہیے کہ ایسی کوئی یتیم بچی تمہارے قرابت داروں میں سے اگر تمہاری تحویل میں آگئی ہے تو تم اس کو اپنے نکاح میں نہ لاؤ بلکہ اس کی شادی کہیں اور کرو تا کہ تم اس کے حقوق کی نگہداشت کر سکو کہ اگر کوئی اس کے حقوق نہیں ادا کر رہا تو تم اس کے حمایتی بن کر کھڑے ہو، تا کہ اس کے

حقوق ادا کیے جائیں اس پر زیادتی نہ ہو، ظلم نہ ہو، ناانصافی نہ ہو۔ فرمایا

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں تم انصاف نہیں کرسکو گے

فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ تو جو عورتیں تمہیں پسند آجائیں ان سے تم نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار

تمہیں اجازت ہے کہ ایک وقت میں تم چار عورتوں سے نکاح کرلو۔ یہ جو ایک سے زیادہ چار عورتوں تک سے نکاح کرنے کی اجازت ہے اس میں بھی جو بنیادی شرط ہے وہ یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا ہوگا، حقوق کی مساوی تقسیم کرنا ہوگی۔ اگر تم یہ نہیں کرسکتے تو فرمایا

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم برابری نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرنا ہوگا

اپنی بیویوں کے درمیان برابری کرنا یہ بہت سخت حکم ہے، ہم اس کو بہت ہلکا لیتے ہیں لیکن اللہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں ڈر ہے کہ تم برابری نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، ایک سے زیادہ نکاح نہ کرو۔ مرد کے ذمہ اپنی بیوی کے کئی حقوق ہوتے ہیں کھانا پینا، لباس، رہائش وغیرہ وغیرہ ان تمام حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے اور ایک بیوی کے حقوق ادا کرنا متعدد بیویوں کے بہ نسبت آسان ہے۔ اور اگر ایک آزاد عورت کے بھی پورے حقوق ادا نہیں کرسکتے تو فرمایا

اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ یا جو ملک یمین ہے تمہاری

یعنی جس آدمی کی معاشی حالت کمزور ہے اس کو اجازت ہے کہ اپنے آس پاس کے کسی اور آدمی کی باندی سے نکاح کرلے کہ ان کا مہر، نان نفقہ لباس رہائش وغیرہ کی ضروریات زیادہ نہیں ہوتیں۔

ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ﴿۳﴾ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم عدل نہ کرو

یہ صبر کرلینا اور ایک پر اکتفا کرلینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم ایک سے زیادہ نکاح کرو اور بعد میں تم انصاف اور برابری نہ کرسکو اور آخرت میں پھر اس کا وبال ہوگا۔ یہ خواتین کے ساتھ ناانصافی کا جو معاملہ ہے اس کی اللہ کے ہاں جو سخت پکڑ ہوگی جو محاسبہ ہوگا وہ ان آیات سے چھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تم صبر کرو برداشت کرو اگر نہیں ہوسکتا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرلو۔

اگر تمہیں یقین ہے کہ تم مساوات اور انصاف کرو گے تو تمہیں مشروط اجازت ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً اور تم ادا کیا کرو عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے

نکاح کے موقع کی ایک شرط لازم وہ مہر ہے جو نکاح کرنے والے مرد کی طرف سے اس عورت کو دیا جاتا ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے۔ یہ مہر اصولاً تو عورت کا حق ہے اور اس کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے مگر اس میں مرد کی مالی حیثیت کا بھی لحاظ ہونا چاہیے یعنی جو زیادہ پیسے والا ہے وہ زیادہ مہر ادا کرے اور جو تھوڑے پیسے والا یا کم حیثیت والا ہے وہ کم ادا کرے۔ چونکہ اس میں کوئی طے نہیں کیا گیا کہ کتنا مہر ہونا چاہیے ہر شخص کی حیثیت کے مطابق یہ کم یا زیادہ ہو سکتا ہے، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کے وقت جو بھی مہر طے ہو جائے یا لکھ لیا جائے اس کو خوش اسلوبی سے ادا کیا کرو۔ یہ نہیں ہے کہ اس وقت جوش و جذبے سے کہہ دیا کہ ایک لاکھ لکھ لو، دو لاکھ، چار لاکھ لکھ لو۔ اس میں بعض کی نیت دینے کی نہیں ہوتی تو کہہ دیتے کہ جتنا مرضی لکھ لو، ہم نے کون سا دینا ہے۔ تو اس میں یہ نیت نہیں ہونی چاہیے بلکہ فرمایا کہ تم جو کچھ بھی مہر میں لکھواؤ وہ ان کو خوشدلی کے ساتھ دیا کرو۔ اس کو تاوان نہ سمجھو، جرمانہ سمجھ کر نہ ادا کرو بلکہ خوشدلی سے ادا کرو اور رخصتی سے پہلے ادا ہو جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے۔

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ④ پھر اگر وہ تمہیں اس میں سے کچھ خوش دلی کے ساتھ دے دیں تو پھر وہ تم کھاؤ پیو جیسے چاہو

کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر تم جبر کر کے یا پریشان کر کے ان سے معاف کرا لو گے تو یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کس طریقے پر ہوا ہے۔ تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو پھر اگر وہ خوشی سے تمہیں کچھ حصہ یا سارا ہی ہدیہ کر دیں تو تم اس کو کھا پی سکتے ہو اور اپنے استعمال میں لا سکتے ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ اور تم مت پکڑا دو بے عقلوں کو ان کے مال

یعنی جو یتیم بچے تمہاری کفالت میں ہیں جب تک وہ شعور کی عمر کو نہ پہنچیں کاروبار کی باریکیاں نہیں سمجھتے اور ڈر ہے کہ وہ اپنے مال کو تباہ و برباد کر دیں گے تو ان کا مال ان کے حوالے مت کرو۔

الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا جن کو بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گزران کا ذریعہ

یعنی یہ مال یہ بہت اہم چیز ہے، ضائع کرنے والی چیز نہیں ہے۔

وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ ان کو اس میں سے کھلاؤ اور ان کو پہناؤ بھی

جن یتیموں کا مال ہے ان کو اس مال میں سے تم کھلاتے پلاتے بھی رہو اور ان کے کپڑے بھی اس میں لے کر دیتے رہو۔

وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا⑤ اور ان کو معقول بات کہو

وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى اور جانچتے رہو یتیموں کو

جو یتیم تمہاری کفالت میں ہیں ان کو اچھی تعلیم دو ان کی اچھی تربیت کرو ان کو اخلاق سکھاؤ قرآن وحدیث کی تعلیم سکھاؤ، کوئی ہنر سکھاؤ، پھر جانچتے رہو کہ سمجھدار ہو گئے ہیں یا نہیں

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں

بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں اور یہ ہر علاقے میں معروف ہے۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا پھر جب تم ان میں سمجھداری محسوس کرو

صرف نکاح کی عمر کو پہنچ جانا ہی کافی نہیں تم اس میں اندازہ لگاؤ کہ اس بچے میں کچھ کاروباری شعور اور معاملات کا احساس پیدا ہو گیا ہے کچھ سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی ہے

فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ تو پھر ان کے اموال ان کے حوالے کر دو

آگے بھی آیت میں آ رہا ہے کہ اس پر کچھ لوگوں کو گواہ کر لیا کرو گویا ایک تقریب منعقد کرو جس میں سب کو بتا دو کہ آج سے ان یتیموں کے یہ اموال ان کو دے دیے گئے ہیں

وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا اور نہ کھاؤ ان کا مال اسراف اور جلد بازی کر کے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے

یہ ایک انسانی سوچ اور mentality ہوتی ہے کہ ان کے بڑے ہونے سے پہلے پہلے جتنا مال ہڑپ کیا جا سکتا ہے کر لو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ نفسیاتی طور پر ہمارے دل کے قریب ہو کر بات کرتے ہیں لہٰذا وہ سارے معاملات قرآن مجید میں ذکر کر دیے جاتے ہیں جو انسانوں کی سوچ میں آ سکتے ہیں۔

وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ اور جو مالدار ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بچا کر رکھے

یعنی جو کوئی کھاتا پیتا اور مالدار آدمی ہے وہ یتیم کی دیکھ بھال کے بدلے اس کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے

وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ اور جو تنگدست ہے وہ معروف طریقے سے کھالے

جو کوئی خود تنگدست ہے اور وہ یتیموں کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتا تو پھر وہ یتیم کے مال میں سے یتیم کو بھی کھلائے اور خود بھی تھوڑا بہت اس میں سے کھالے۔ اس لیے کہ اس کی تربیت پر اور اس کے مال کی حفاظت پر اس کا وقت لگ رہا ہے اس کی صلاحیت لگ رہی ہے اور وہ ضرورت مند بھی ہے تو اگر وہ خود بھی اس میں سے کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے، البتہ معروف طریقے پر لے، لوٹنے کے سے انداز میں نہیں۔

فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ اور جب تم ان کے حوالے کرو ان کے مال

فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ تو ان پر گواہ کرلیا کرو

کچھ لوگوں کے سامنے ان کا مال ان کے حوالے کردیا جائے اور بتادیا جائے کہ یہ یتیم فلاں موقع پر میری کفالت میں آئے تھے ان کا یہ مال میرے پاس آیا تھا آج ان کا مال میں ان کے حوالے کررہا ہوں اور اس تاریخ سے یہ اپنے کیے کرائے کے خود ذمہ دار ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ﴿٦﴾ اور اصل تو اللہ کافی ہے حساب لینے کو

ممکن ہے تم گواہ تو کرلو لیکن دل میں نیت کچھ اور ہو یا اس میں سے بہت سارا کھاپی بھی لیا ہو تو یہ کافی نہیں ہوگا بلکہ تم اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ ہے اصل حساب لینے والا۔

اگلی آیت سے وراثت کے احکام کا آغاز ہورہا ہے۔ ہمارا دین معاشی واقتصادی میدان میں اصولی طور پر ہمیں جو ہدایات دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جو پیسہ بھی کوئی شخص کماتا ہے اس میں سے وہ خود بھی کھائے، اپنے گھر والوں کو بھی کھلائے اور اللہ کے راستے میں بھی خرچ کرے۔ پھر اس مال میں سے جو ترکہ چھوڑ کر وہ دنیا سے چلا جاتا ہے (اس میں سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا جائے، پھر اس پر اگر کوئی قرض ہے وہ ادا کیا جائے پھر اگر اُس نے کوئی وصیت کی ہے تو اس کے کم از کم تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے، اس کے بعد جو مال بچ جائے) وہ اس کی اولاد اور اس کے قریب ترین رشتہ داروں میں اُس طریقے سے تقسیم کردیا جائے جو اگلی آیات میں

اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی آدمی extraordinary باصلاحیت ہو وہ زندگی میں بہت عروج حاصل کر گیا اور ان نے کروڑوں روپے کما لیے، اب یہ نہیں ہے کہ اس کے مرنے کے بعد وہ صرف اس کے بیٹے یا صرف بڑا بیٹا کھا پی جائے اور سارا اسی کے پاس رہ جائے بلکہ وہ اس کے تمام ورثاء میں تقسیم ہونا چاہیے اس کے ماں، باپ، بیویاں، بیٹیاں، بیٹے یا اس کے بھائی بہن، ان میں تقسیم ہو جانا چاہیے۔ اس وراثت کے قانون کے تحت تقسیم در تقسیم کے ذریعے سے سارا پیسہ ایک جگہ پر مرتکز (accumulate) نہیں ہوتا ارتکازِ دولت نہیں ہوتا بلکہ پیسہ تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس اس وقت ہمارے ملک میں جو جاگیرداری نظام ہے وہ جاگیریں جو کبھی انگریز نے دی تھیں وہ بھی اگر اس وراثت کے احکام کے تحت تقسیم ہوتی رہتیں تو دو تین نسلوں کے بعد وہ ایسی جاگیر نہیں رہ جاتی بلکہ ہر آدمی کے پاس ایک ایک ایکڑ، یا اس سے کم وبیش زمین کا ٹکڑا رہ جاتا۔ اسی لیے ان صاحب حیثیت اور زمینداروں کو فکر رہتی ہے کہ یہ جاگیر کہیں باہر نہ چلی جائے اور وہ خاص طور پر بیٹیوں اور بہنوں کی شادی نہیں کرتے اور انھیں وراثت نہیں دیتے، اگر شادی کی بھی ہے تو اس کو مجبور کر کے لکھوا لیا جاتا ہے کہ میرا وراثت میں کوئی حق نہیں ہے۔ سندھ کے علاقے میں ایسا بھی ہوا کہ کسی وڈیرے نے ایک لڑکی کا نکاح قرآن سے کر دیا ہے کہ اب ساری زندگی شادی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اگر شادی ہو گئی تو کوئی داماد ہو گا وہ حصے دار بنے گا اور حصہ لے جائے گا تو جاگیر تقسیم ہو جائے گی۔ قرآن مجید ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ وراثت کے احکام پر عمل کے ذریعے سے پیسہ تقسیم ہوتا رہنا چاہیے وہ کہیں accumulate نہیں ہونا چاہیے۔ اسی میں پھر ضمنی طور پر عورتوں کے حقوق کی بھی نگہداشت ہے کہ عورتوں کو بھی اس میں حق دیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے یا دوسرے معاشروں میں عورت کو وراثت میں حق نہیں دیا جاتا تھا۔ اسلام میں عورت کو یہ حق دیا ہے اس وراثت کے ذریعے سے عورتوں کو بھی وراثت میں سے حصہ ملتا رہے گا۔ فرمایا:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مردوں کا بھی حصہ ہے اس مال میں جو چھوڑ مرے والدین اور قریبی رشتہ دار

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس مال میں جو چھوڑ مرے والدین اور قریبی رشتہ دار

کس کا کتنا حصہ ہے؟ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہاں اجمالی طور پر بتادیا کہ ماں باپ یا قریب ترین رشتہ دار میں سے جو کوئی فوت ہوجائے اس کے ترکہ میں مردوں یعنی والد، شوہر، بیٹے اور بھائی وغیرہ کا بھی حصہ ہے اور عورتوں یعنی ماں، بیوی، بیٹی، بہن وغیرہ کا بھی حصہ ہے۔ اللہ نے عورتوں کا بالخصوص علیحدہ کرکے ذکر کیا ہے کہ اسلام سے پہلے کسی بھی معاشرے میں عام طور پر عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔

مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ — اس میں سے جو تھوڑا ہو یا زیادہ ہو

وراثت کے حصے میں دس دس روپے آئیں تب بھی تقسیم ہونا چاہیے اور دس دس لاکھ روپے آئیں تب بھی تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ تو اصولی بات ہے۔

نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۷﴾ — حصہ مقرر کیا ہوا

اللہ کی طرف سے ہر وارث کا جو حصہ مقرر کر دیا گیا ہے، اس میں کوئی ہیر پھیر کرنا، ادل بدل کرنا، اپنی مرضی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے اس کو پورا کرو۔

قرآن مجید میں جہاں احکام آتے ہیں تو اس کے ساتھ اخلاق کی تعلیم بھی آتی ہے۔ قرآن مجید قانون کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جیسے تعزیراتِ ہند کی کتاب ہے کہ اس میں قانون کے طریقے پر صرف خشک دفعات ہی آرہی ہیں۔ قرآن مجید میں احکام کے ساتھ ہی اخلاقی تعلیم بھی ہوتی ہے اور وعظ بھی ہوتا ہے کہ انسان کے دل کو نرم کیا جائے۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ احکام کے بیان کے درمیان فرمایا

وَاِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ اُولُوا الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنُ — اور جب وراثت تقسیم ہورہی ہو اس وقت دیگر رشتہ دار اور یتیم اور ضرورت مند حاضر ہوجائیں

وراثت کی تقسیم کے وقت جن کو وراثت ملنی ہے وہ تو آئیں گے سب بیٹھیں گے حساب لگ رہا ہوگا چیزیں بانٹی جائیں گی اس وقت اگر کچھ اور بھی رشتے دار آجائیں کوئی محتاج اور مسکین اور یتیم آجائے

فَارۡزُقُوۡهُمۡ مِّنۡهُ — تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو

کوئی مسکین یا محتاج یا مانگنے والا آجائے اس کو جھڑک کر دور مت کردو بلکہ ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دلا دو۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس امید سے تو نہیں آئیں گے کہ بہت سارا حصہ انھیں بھی پکڑا

دیا جائے گا لیکن اگر یہ امید لگا کر آئیں کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے تو کچھ نہ کچھ انہیں دے دو۔

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٨﴾ اور انہیں بھلی معقول بات کہو

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ اگر انھوں نے چھوڑی ہوتی اپنے پیچھے اپنی کمزور اولاد تو انھیں ان پر کتنے اندیشے ہوتے

کوئی برادری کا بڑا آدمی یا سرپنچ کسی خاندان کی وراثت تقسیم کر رہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی آدمی لکھت پڑت کے لیے ہوگا تو انہیں چاہیے کہ غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو نہ جھڑکیں اور ان ڈرنا چاہیے اس بات سے کہ جیسے یہ کچھ یتیم بچے اس وراثت کے مال کو تقسیم ہوتا دیکھ کر یہاں آ گئے ہیں عین ممکن ہے کہ کل کو اسی طرح تمہارے بچے یتیم ہوں اور کسی اور کی وراثت تقسیم ہو رہی ہو اور تمہارے وہ بچے وہاں جائیں اور ان کو جھڑکا جائے تو تمہارے دل پر کیا چھریاں چلیں گی تو سوچو یہ معاملات آج کسی اور کے ساتھ پیش آ رہے ہیں تمہارے ساتھ بھی پیش آ سکتے ہیں۔ کوئی آدمی وفات پا رہا ہے اس کے بچے بچیاں ہیں اور کوئی خاص ترکہ نہیں چھوڑ رہا تو اسے کتنا ڈر ہوگا اس کو کتنے اندیشے ہوں گے کہ نا معلوم میری اولاد کا کیا حال ہوگا؟ کہاں جائیں گے؟ کوئی پرورش کرے گا کہ نہیں کرے گا؟ کوئی پرسان حال ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ اسی طرح یہ سوچ کر کہ کسی اور کا مسئلہ ہے میرا بھی ہو سکتا ہے، ان کو کچھ دے دلا دو۔

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٩﴾ انھیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بھی صحیح کہیں جو بات واقعتاً سیدھی بات ہو معقول بات ہو وہی کہنی چاہیے اس میں ہیر پھیر کے بغیر۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا بے شک جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کا مال ناحق

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹوں میں بھر رہے ہیں آگ

وہ مال نہیں ہے اس سے کوئی مرغ مُسلّم کھا رہے ہیں یا اور کوئی چیز اڑا رہے ہیں وہ کوئی خوراک نہیں کھا رہے بلکہ آگ ہے جو کھا رہے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ اب نظر نہیں آ رہی کل قیامت کے دن احساس ہو جائے گا۔

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿١٠﴾ اور عنقریب وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے

مال و دولتِ دنیا کی حقیقت
2

انجینئر عبداللہ اسماعیل

گزشتہ گفتگو کا خلاصہ:

گزشتہ نشست (شمارے) میں ہم نے مال و دولتِ دنیا کی حقیقت کے بارے میں بات کی تھی اور ہم نے دیکھا تھا کہ دنیا میں دو طرح کے انسان ہیں: کافر یا مسلمان۔ کافروں کے نزدیک تو کل زندگی ہی دنیا کی زندگی ہے اور آج کل کے مادی دور کے حوالے سے ان کی کل زندگی کا حاصل یہ دنیا کا مال و دولت ہی ہے جبکہ مسلمان جو کہ اللہ تعالیٰ پر، آخرت پر اور رسالت پر ایمان رکھتے ہیں وہ بھی مال و دولت کے حوالے سے مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ایک نظریہ اللہ تعالیٰ نے قارون کا بیان فرمایا ہے کہ جس کا نظریہ تھا کہ یہ مال و دولت مجھے اپنی کمائی اپنے علم اور صلاحیت کی بنیاد پر حاصل ہو ہے۔ جبکہ ایک اور انسان جس کا ذکر سورۂ کہف میں ہم نے پڑھا تھا کہ اس کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن میرے اندر کوئی خاص بات ہے جس کی بنیاد پر مجھے آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ڈھیروں عطا کرے گا اور تیسرا نظریہ ہم نے سورۂ فجر کی آیات میں پڑھا تھا کہ امیر آدمی کا خیال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور غریب آدمی کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دیا اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے۔ اس کی بھی اللہ تعالیٰ نے کَلَّا کہہ کر بالکل نفی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں کسی کو مال و متاع دے دینا، اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی علامت نہیں ہے اور کسی کا

مال و دولت سے محروم کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت نہیں ہے بلکہ اصل بات وہ ہے جس کا سورۂ تغابن میں ذکر ہوا: ''بے شک تمہارے مال اور تمہارے اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں''۔

وہاں یہ بھی ہم نے دیکھا تھا کہ دولت کی آزمائش زیادہ سخت ہے، غربت میں اللہ تعالیٰ کی ذات زیادہ یاد رہتی ہے تو غریب کا غربت کے امتحان میں کامیاب ہونا آسان ہے جبکہ دولت کے امتحان میں کامیاب ہونا مشکل ہے لیکن کوئی انسان اگر دولت کے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو غریبوں سے بہت اونچا مقام حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ میں ہم نے یہ حدیث بھی دیکھی تھی کہ غرباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اُمراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ امیر آدمی کو حساب دینے میں وقت لگ جائے گا لیکن اگر اس نے اس امتحان میں صحیح طریقے سے کامیابی حاصل کی ہے تو وہ بہت اونچا درجہ حاصل کر لے گا۔ تو ایک کمی سی بہر حال نظر آتی تھی کہ کوئی غریب اگر اعلیٰ درجات حاصل کرنا چاہے جو کہ مال و دولت کے بل بوتے پر حاصل ہو سکتے ہیں یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے حاصل ہو سکتے ہیں تو ظاہر ہے اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے اس کی وجہ سے وہ 500 سال پہلے جنت میں تو پہنچ جائے گا لیکن ان اعلیٰ ترین درجات سے محروم رہے گا۔ آج ہم ایک حدیث کا مطالعہ کریں گے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لسانِ حق ترجمان سے اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے اور اس میں غریب اہل ایمان کے لیے ایک خوشخبری بھی ہے کہ وہ بھی ان اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس حدیث میں بیان ہونے والے کردار کو اپنے اندر پیدا کریں۔

مالی اعتبار سے تمام لوگوں کی چار قسمیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنِّیْ اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْہُ اِنَّمَا ھِیَ اَھْلُ الدُّنْیَا اَرْبَعَۃُ نَفَرٍ: عَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ فِیْھَا مَالًا وَعِلْمًا فَھُوَ یَتَّقِی فِیْہِ رَبَّہٗ وَیَصِلُ فِیْہِ رَحِمَہٗ وَیَعْمَلُ لِلّٰہِ فِیْہِ بِحَقِّہٖ فَھٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ عِلْمًا وَلَمْ یَرْزُقْہُ مَالًا فَھُوَ صَادِقُ النِّیَّۃِ، یَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا عَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُھُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ مَالًا وَلَمْ یَرْزُقْہُ عِلْمًا فَھُوَ یَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِہٖ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَا یَتَّقِیْ فِیْہِ رَبَّہٗ وَلَا یَصِلُ فِیْہِ رَحِمَہٗ وَلَا یَعْمَلُ لِلّٰہِ فِیْہِ حَقًّا فَھٰذَا

بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ:لَوْ أَنَّ لِي مَالًا عَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ وَ وِزْرُهُمَا سَوَاءٌ

(رواه الطبرانی، عن ابی کبشة الانماری رضی اللہ عنہ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں اسے محفوظ کرلو کہ دنیا میں صرف چار طرح کے آدمی ہوتے ہیں: ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی عطا فرمایا اور علم بھی، پھر وہ اس (مال) میں اللہ سے ڈرتا ہے اور اپنے رشتوں کو جوڑتا ہے اور اپنے علم کے مطابق اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے حق پر عمل کرتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ فضیلت والا مرتبہ ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے اور مال نہیں دیا، وہ آدمی نیت کا سچا ہے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں فلاں (صاحبِ خیر) شخص کی طرح کرتا۔ یہ اور پہلا آدمی اجر وثواب میں برابر ہے۔ تیسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور علم نہیں دیا۔ وہ اپنے مال کو بغیر علم کے جمع اور خرچ کرتا ہے، نہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے، نہ رشتوں کو جوڑتا ہے اور نہ حق پر عمل کرتا ہے۔ یہ سب سے بدتر مرتبہ ہے۔ چوتھا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ علم دیا ہے نہ مال۔ اور وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح کرتا، اس کی نیت بُری ہے تو یہ اور تیسرا آدمی گناہ میں برابر ہیں''۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے انسانوں کا ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ ایک آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مال بھی عطا کیا ہے اور علم بھی۔ اور وہ اس مال کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے وہ بھی ادا کرتا ہے اور اس کے ذمہ جو بندوں کے حقوق ہیں وہ بھی ادا کرتے ہوئے زندگی بسر کر رہا ہے۔ تو یہ اعلیٰ ترین مرتبے کا آدمی ہے، اس کے آخرت کے درجات بہت اعلیٰ ہوں گے۔ جبکہ ایک اور آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا ہے لیکن مال نہیں دیا یعنی غریب اہل ایمان میں سے ہے، مومن ہے لیکن غریب ہے لیکن وہ اپنی نیت کے مطابق سچا ہے اس کو علم حاصل ہے اس کے ارادے نیک ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں نیک آدمی کی طرح جس کا اوپر ذکر ہوا اس کی طرح

زندگی بسر کروں گا، میں اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈروں گا صلہ رحمی کروں گا اللہ تعالیٰ کا حق ادا کروں گا تو آنحضورﷺ نے خوشخبری دی ہے کہ یہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔ وہ آدمی جس کے پاس رزق تھا اور اس نے صحیح خرچ کیا وہ اور جو آدمی جس کے پاس رزق نہیں تھا لیکن نیت بالکل ٹھیک تھی فرمایا دونوں کا اجر برابر ہے تو دو طرح کے آدمی ہو گئے: ایک وہ کہ جس کو مال بھی حاصل ہوا، علم بھی حاصل ہوا اور وہ مال کو صحیح علم کے مطابق خرچ کر رہا ہے، وہ بڑا اعلیٰ درجات والا آدمی ہے۔ اس درجے میں آنحضورﷺ نے اُن غرباء کو بھی شامل کر لیا ہے جن کے پاس مال نہیں ہے لیکن نیت نیک ہے ارادے ٹھیک ہیں۔ ان کا ارادہ اور نیت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں مال عطا کرتا تو ہم اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے، صحیح علم کے مطابق اس کو تقسیم کرتے۔ آپﷺ نے فرمایا یہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔

تیسرا آدمی جس کے بارے میں آنحضورﷺ نے فرمایا: فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ یہ سب سے بری منزل والا ہے۔ وہ مالدار انسان ہے کہ جس کو مال تو حاصل ہے لیکن اس کو علم حاصل نہیں ہوا، وہ یہ نہیں جان سکا کہ اس مال کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے آزما رہا ہے، اس نے سمجھا کہ یہ مال مجھے عیش کرنے کے لیے حاصل ہوا ہے، پھر اس نے اس کے ذریعے سے دنیا میں عیش کرنی شروع کر دی۔ صلہ رحمی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کا حق اس مال میں نہیں پہچانا۔ یہ انسان اپنے درجے کے لیے لحاظ سے بدترین انسان ہے۔ یہ تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ان چار قسموں میں سب سے زیادہ بدترین قسمت والا انسان ہے وہ ہے جو کہ غریب بھی ہے اور اس کی نیت بھی خراب ہے ارادے ہی صحیح نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال بھی نہیں دیا اور اس کو علم بھی حاصل نہیں ہوا، ارادے اس کے یہ ہیں کہ اگر مجھے مال حاصل ہو جائے تو میں بھی دنیا میں فلاں عیاش آدمی کی طرح عیش کر لوں۔ تو وہ آدمی اپنی اس نیت کی بنیاد پر تیسرے آدمی کے درجے میں ہے یعنی بہت برے درجے میں ہے۔

خوش قسمت امیر اور خوش قسمت ترین غریب

اس حدیث کے ذریعے ہمارے لیے ایک طرح سے آسانی بھی کر دی گئی ہے اور ایک طرح کی مشکل بھی آ گئی ہے۔ اگر انسان امیر ہے تو وہ تو بالفعل آزمائش میں ہے اس کے پاس تو

مال ہے اب وہ جس طرح خرچ کر رہا ہے بس یہی نوٹ ہو رہا ہے۔ اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا اور رشتہ داروں کا حق ادا کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے خرچ کر رہا ہے تو بہت اچھی بات ہے، اسے سب سے اعلیٰ منزل حاصل ہوگی اور اگر مال صحیح خرچ نہیں کر رہا، مال کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے جہاں دل چاہتا ہے خرچ کر دیتا ہے۔ ایسا انسان بہت برا انسان ہے۔ لیکن دوسری اور چوتھی قسم کے جو غریب اور بے سروسامان لوگ ہیں وہ خوش قسمت ترین بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کے پاس مال نہیں ہے خرچ نہیں کرنا پڑ رہا، لوگوں کا حق ان کے گھروں تک جا کر نہیں پہنچانا پڑ رہا۔ صرف نیت کی درستی اور نیت کے خلوص کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ان کو وہ درجہ بھی عطا کر دینے والا ہے جو اللہ تعالیٰ اُن امیر لوگوں کو عطا کرے گا جن کو مال ملا تھا اور انہوں نے اپنے مال کو صحیح خرچ کیا۔ اور یہ واقعتاً بڑی خوش قسمتی والی بات ہے۔ روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہوئی ہے کسی کی روزی بڑھا دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی فیصلہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا ظہور دنیا میں گھر بیٹھے نہیں ہوتا، کسی انسان کو گھر بیٹھے لاکھوں کی آمدنی نہیں ہوتی، انسان محنت کرتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ اس کی محنت میں ایسی برکت ڈالتا ہے کہ تھوڑی محنت کے بدلے میں زیادہ مال آ رہا ہوتا ہے، مال جمع ہو جاتا ہے، انسان امیر ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ محنت کا تھوڑا سا فیکٹر بظاہر موجود ہوتا ہے کہ آدمی دکان کھول کے بیٹھتا ہوں یا کسی جگہ ملازمت یا کام کاج کر رہا ہوتا ہے اس وجہ سے ذہن میں خیال آتا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو میری محنت بھی لگ رہی ہے تو یہ مال میرے پاس آ رہا ہے۔ اب اس میں اس یقین کے ساتھ خرچ کرنا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے اللہ تعالیٰ نے ہی عطا کیا ہے۔ پھر اس محنت سے کمائے ہوئے مال میں سے انسان غریبوں میں خرچ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے دین پر خرچ کر رہا ہے۔ اس کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے: وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ (البقرہ:177) مال خرچ کرنا مال کی محبت کے باوجود۔ محنت سے اور خون پسینے سے کما کر یہ سمجھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہے اور پھر لگا دینا کھپا دینا، اس مال میں اپنا اتنا ہی حصہ سمجھنا کہ جس سے جائز حاجات جائز طریقے سے پوری ہو جائیں یہ آسان کام نہیں ہے، یہ مشکل کام ہے۔ اس کے لیے انسان کو کتنا اپنے اوپر صبر کرنا پڑے گا کہ مال ہے پھر بھی انسان عیاشی میں خرچ نہیں کر سکتا، مال ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہے، غریبوں میں بانٹنا ہے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے خرچ کرنا ہے اور اس کے

مقابلے میں غریب انسان صرف خلوصِ نیت کی بنیاد پر کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو میں صحیح طریقے پر خرچ کروں گا، صرف اس نیت پر اللہ تعالیٰ ان غرباء کو مالدار اور خرچ کرنے والوں کے برابر اجر دے گا۔ یہ دہرا فائدہ ہوگیا کہ انسان کے پاس مال نہیں ہے آخرت میں اس کے حساب کتاب کا معاملہ آسان ہوگیا دوسرا یہ کہ مال تھوڑا تھا اور نیت ٹھیک تھی نیت میں خلوص تھا تو درجات میں بھی انسان اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا۔تو خوش قسمت ترین لوگ دوسرے نمبر والے ہیں۔ لیکن کمی کہاں رہ گئی؟ کمی اس دنیا میں رہ گئی کہ دنیا میں مال نہیں ہے۔ دنیا میں جائز حاجات اور جائز خواہشات سے بھی پیچھے ہٹنا پڑے صبر کرنا پڑے شاید تین وقت کی روٹی نہ مل سکے دو وقت کی روٹی پر گزارا کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا بنایا ہے ہمیں سمجھ نہ آئے الگ بات ہے لیکن کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔ سب کے لیے جنت کے رستے برابر کھلے ہوئے ہیں، امیر کے لیے علیحدہ کھلے ہوئے ہیں غریب کے لیے علیحدہ کھلے ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں تھوڑی سی تنگی کے ساتھ صبر کے ساتھ زندگی بسر کر کے پھر غریب کو آخرت میں حساب کتاب میں بھی آسانی ہے اور پھر بلند درجات کا حصول بھی ہے۔ امیر انسان امارت کے ساتھ اس دنیا میں صحیح مال و دولت خرچ کر رہا ہے تو دنیا میں بھی ایک سکون ہے، انسان کو کسی سے مانگنا نہیں پڑ رہا یا اپنی جائز ضروریات تو کم سے کم انسان پوری کر رہا ہے، بھوک لگ رہی ہے کھانا کھا رہا ہے حلال بھی ہے جائز بھی ہے۔ کوئی دنیاوی پریشانی نہیں ہے۔ اور آخرت میں حساب کتاب میں کچھ وقت زیادہ لگے گا اس کے بعد پھر اعلیٰ درجات حاصل کر لے گا۔ تو یہ دو طرح کے انسان خوش قسمت ترین انسان ہو گئے۔

بدقسمت امیر اور بدقسمت ترین غریب:

اب دوسری طرف آیئے، بدقسمت ترین انسان وہ ہے کہ جس کو مال تو ملا ہے لیکن وہ مال کو غلط انداز سے خرچ کر رہا ہے۔ اس کی بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے پاس مال تھا اس نے سمجھا یہ میری اپنی محنت کی کمائی ہے میرا ہے اور میں اس کا مالک ہوں لہٰذا میں جیسے چاہوں خرچ کروں اور پھر وہ عیش کر رہا ہے ٹھیک ہے آخرت میں بہت بڑی سزا بھگتنے والا ہے بری منزل والا ہے سب سے بری منزل والا ہے۔ لیکن بدقسمت ترین انسان چوتھی قسم والا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

کو غریب بنایا ہے لیکن پھر نیت بھی خراب ہے ارادے بھی خراب ہیں ارادے بھی ٹھیک نہیں ہیں ارادے بھی نیک نہیں ہیں۔ مال نہیں ہے لیکن ذہن میں یہی ہے کہ مال آئے گا تو میں خرچ کیسے کروں گا میں اڑاؤں گا میں بھی کوٹھی بناؤں گا میں یہ کروں میں یہ کروں گا۔ وہ فلاں آدمی جس طرح عیش کر رہا ہے میں بھی عیش کروں گا۔ تو ایسا انسان دنیا کے لحاظ سے بھی بدقسمت ترین ہے کہ غریب آدمی ہے ضروریات ہی پوری نہیں ہو رہیں اور آخرت کے لحاظ سے بھی بدترین اور بدقسمت ترین انسان ہو گیا کہ آخرت میں بھی اس کو غربت کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا بلکہ اس کا انجام ان لوگوں کے ساتھ ہونے والا ہے جن کو دنیا میں مال ملا تھا انہوں نے غلط جگہ مال خرچ کیا کیونکہ اس کی نیت خراب تھی اس کے ارادے برے تھے خطرناک تھے۔

اہم ترین معاملہ: مستقبل کے ارادے:

اب آخری بات اس حوالے سے سوچنے کی یہ ہے کہ جب انسان اچھی چیز کی نیت کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو آزماتا بھی ہے۔ کوئی غریب اس بات کی نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے مالدار کر دے تو میں تو مال کو بڑے اچھے انداز سے خرچ کروں گا پھر کبھی غریب کو کہیں سے مثلاً پانچ ہزار روپے آ گئے یا کسی نے عید پہ کوئی تحفہ بھیج دیا اس وقت ان پیسوں کو اس غریب نے کس انداز سے خرچ کیا؟ یہ نوٹ ہو رہا ہے۔ ایک انسان غریب تھا دو وقت کا گزارا بڑی مشکل سے ہو رہا تھا کہیں سے ہزار دو ہزار روپیہ آ گیا اس نے وہ دو ہزار روپے لٹا دیے تو اس کا مطلب یہ کہ اس کو دو لاکھ ملیں گے تب بھی وہ لٹا دے گا اس کے پاس دو کروڑ روپے آ جائیں گے تب بھی وہ لٹا دے گا۔ وہ اوپر اوپر سے بات کر رہا ہے کہ میرے پاس مال آئے گا تو میں اچھے انداز سے خرچ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دو ہزار روپے دے کر چیک کر لیا ہے کہ وہ مال کیسے خرچ کرتا ہے۔ اگر دو ہزار جیب میں آتے ہی اس نے ساری پرانی حسرتیں پوری کر لیں کہ آج تو پیزا کھا لیتا ہوں آج تو سارے گھر والے برگر منگوا لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ بات کر رہا ہوں۔ گھر پہ فلاں چیز نہیں ہے جس کے بغیر پچھلے پانچ سال سے گزارا ہو رہا تھا، پیسے آتے ہی انسان نے وہی چیز پوری کر لی۔ تو اب یہ بات اس نیت کے خلاف ہو گئی۔ اگر اس انسان کے پاس زیادہ پیسے آئیں تو ہو سکتا ہے وہ اسی طرح ضائع کرتا چلا جائے گا۔ وہ یہ محض اوپر اوپر سے کہہ رہا ہے کہ مال آئے گا تو میں اللہ تعالیٰ

کی راہ میں خرچ کروں گا۔ہم میں سے اکثر انسانوں کی حالت یہی ہے کہ جب انسان کے پاس پیسے نہیں ہوتے بڑی اچھی نیتیں بناتا ہے انسان بڑے اچھے ارادے باندھتا ہے۔قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا(سورۂ یونس:12) جب ہم انسان کو تکلیف دیتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے وعدے کر لیتا ہے اور جب ہم اس کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے،اس کو یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدے کیے تھے۔تو یہ بھی اتنا آسان کام نہیں ہے کہ ایک غریب آدمی اپنی نیت کو خالص رکھے۔اعلیٰ کام ہے آنحضورﷺ نے بتایا ہے تو واقعتاً ایسا ہی ہے کہ جو غریب آدمی خلوص کے ساتھ ایسے ارادے کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا کرے تو میں صحیح خرچ کروں گا اس کا درجہ یقیناً وہی ہے جو حدیث میں بیان ہوا لیکن یہ ارادہ اللہ تعالیٰ چیک بھی کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھ بھی لیتے ہیں کہ اوپر اوپر سے معاملہ ہے یا واقعتاً صحیح معاملہ ہے۔انسان کا کلمہ پڑھنا بھی ایسے ہے جیسا کہ سورہ عنکبوت میں فرمایا:

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُّتْرَكُوا أَنْ يَّقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ O

کیا لوگ اتنا سا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ کلمہ پڑھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتا،ایک ارادے کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ پھر آگے آزما لیتا ہے۔تکلیف آتی ہے پریشانیاں آتی ہیں دین کے راہ پہ چلتے ہوئے انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے۔ پتہ لگ جاتا ہے کہ انسان نے سچا کلمہ پڑھا ہے یا جھوٹا کلمہ پڑھا ہے۔اسی طرح یہ دولت والے معاملے میں جو نیت کا معاملہ ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ غریب انسان کو کچھ دے دلا کر آزمائش کر لیتے ہیں کہ اس کی نیت کیسی ہے۔تو جو آدمی ہم میں سے غریب ہے،اس کی غربت آخرت میں کسی بھی چیز کے لیے رکاوٹ نہیں ہے۔ایک بات تو ہمیں یہ سمجھ آگئی۔ جنت کے اعلیٰ درجات صرف امیروں کے لیے نہیں ہیں،غریبوں کے لیے بھی اتنے ہی کھلے ہوئے ہیں جتنے سب انسانوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔انسان یا تو امیر ہوگا یا غریب ہوگا۔دونوں کے لیے ایک جیسے درجات اس حدیث میں آنحضورﷺ نے بیان فرما دیے ہیں۔تو اب یہ مسئلہ تو حل ہوگیا کہ جو غریب ہے وہ بھی وہ اعلیٰ ترین درجات حاصل کر سکتا ہے جو مال خرچ کرنے والوں کو حاصل ہونے ہیں۔دنیا میں کوئی آدمی ارب پتی ہے وہ ارب روپیہ خرچ کر کے آخرت میں کتنے

اعلیٰ درجات کما سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک کھجور خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ہتھیلی پہ رکھ کے بڑھاتا ہے اور بڑھا بڑھا کر اُحد پہاڑ جتنا کر دیتا ہے۔ ایک کھجور خرچ کرنے کا اجر اُحد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے تو جو لاکھوں خرچ کرے کروڑوں خرچ کرے اربوں خرچ کرے اس کا درجہ کہاں تک چلا جائے گا؟ ایک غریب آدمی تو سوچ ہی سکتا ہے لیکن آنحضور ﷺ نے اس حدیث کے اندر خلوص نیت کی بنیاد پر غرباء کو بھی اس درجے میں شامل کر دیا ہے لیکن نیت صاف ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت انسان کو دیکھتا ہے۔ میرا ارادہ یہی کہ اگر میرے پاس مال آ گیا تو میں اس کو صحیح خرچ کروں گا، اب اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ کبھی کچھ دے کر آزماتا ہے کہ میں اس کو کیسے خرچ کرتا ہوں، اسے پتا لگ جائے گا۔ انسان اپنے آپ کو خود بھی دیکھ سکتا ہے ایک انسان ہے جس کا گزر بسر بس پورا سورا ہو رہا ہے، اب اس کے ذہن میں خیالات کیا ہوتے ہیں؟ یہ کہ میرے پاس پیسے آئیں گے تو سب سے پہلے شاندار گھر بناؤں گا، سب سے پہلے ایک گاڑی لینی ہے، اسی سے پتہ لگ جائے گا کہ انسان کیا چاہتا ہے۔ اگر انسان کے پاس پیسے نہیں آ رہے اور مشکل سے گزارا ہو رہا ہے، اب اچانک انسان کے پاس دولت آنا شروع ہو جائے تو اگر وہ اس دولت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگائے تو یہ بات صحیح ہے کہ اگر اس کے پاس دولت ہوتی تو یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگاتا اور اگر انسان حسرتیں لے کر بیٹھا ہے کہ دولت ہے نہیں اور خواہشات بہت ہیں بس جیسے ہی پیسے آئیں گے سب سے پہلے تو اپنی خواہشات پوری کرنی ہیں تو یہ انسان غلط طرف جا رہا ہے۔ یہ دولت کی آزمائش چونکہ ہر انسان کا مسئلہ ہے، چار قسموں میں سے انسان کسی نہ کسی ایک قسم میں ہے ہی ہے۔ لہٰذا اس معاملے کو سمجھنا بہت ضروری ہے اس پر غور و فکر کرنا بہت ضروری ہے۔ ہم میں سے جو امیر ہیں جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے ان کے پاس Physically موقع موجود ہے یا تو جنت میں اعلیٰ ترین درجات حاصل کر لیں، اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے جو قرآن مجید سے بات سمجھ میں آ رہی ہے احادیث سے بات سمجھ میں آئی ہے اس کے مطابق مال خرچ کیا جائے، مال کو آخرت کے لیے جمع کیا جائے۔ وہ حدیث ہم نے پچھلی دفعہ پڑھی تھی کہ آدم کا بیٹا کہتا ہے میرا مال میرا مال، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھا لیا اور ہضم کر لیا یا پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا یا پھر اس کا مال وہ ہے جو اس نے آخرت

کے لیے جمع کیا اس کے سوا باقی مال تو وارثوں کا مال ہے، جتنا مرضی جمع کر لیا جائے چھوڑ کے جانا ہے۔ حساب کتاب اُس انسان نے دینا ہے جس نے جمع کر کے رکھا ہوا ہے۔ مجھ پر جو مال لگا ہے وہ اتنا ہی ہے جو میں نے کھا کر ہضم کر لیا، وہ کسی اور کے کام کا نہیں ہے۔ یا جو کپڑے پہن کر میں نے بوسیدہ کر دیے تھے وہ کسی اور کے کام کے نہیں رہے تھے وہ مال مجھ پر خرچ ہوا ہے یا تیسرا مال وہ ہے جو میں نے آخرت کے لیے بھیج دیا ہے اس کے علاوہ باقی جو بھی ہے وہ انسان کسی اور کو دے کے چلا جاتا ہے حساب انسان نے دینا ہے۔ اس حوالے سے نیت کا خلوص بھی چاہیے جو آدمی ہم میں سے امیر ہے اس کو تو عملاً یہ کام کرنا ہے عملاً پیسہ خرچ کرنا ہے اور جو ہم میں سے غریب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا زیادہ مال نہیں دیا اس کو بھی نیت کے اندر خلوص لانا ہے اور ارادے اور خواہشات بھی ٹھیک کرنی ہے کہ پہلے سے ذہن بنا ہونا چاہیے تب تو وہ درجات حاصل ہوں گے، جنت اتنی مفت بھی نہیں ہے۔ ہاں پکا ارادہ ہونا چاہیے کہ اگر مجھے کہیں سے مال مل گیا مثلاً صدقہ وخیرات، گفٹ، ہدیہ، کوئی عید پر عیدی دے دے اس میں سے ہزار دو ہزار کسی غریب کو دے دیے جائیں۔ آنحضور ﷺ بھی تحفہ قبول کرتے تھے، ہاں صدقہ قبول نہیں کرتے تھے۔ کسی نے دس ہزار روپیہ کسی غریب آدمی کو تحفہ دے دیا ہے، اب پتا لگے گا کہ یہ دس ہزار روپیہ کہاں خرچ ہوا ہے۔ اس سے پتہ لگے گا کہ پیچھے نیت کیا تھی ارادے کیا تھے۔ حضور ﷺ نے اس حدیث میں فرما دیا کہ بہت اعلیٰ درجات کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں اور برے درجات کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ غریب آدمی کے لیے صرف نیت اور ارادے کے خلوص کا مسئلہ ہے، اس نیت اور ارادے کو ٹھیک کیا جائے تو آگے معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

الغرض مال اور دولت کی آزمائش جو واقعی بہت بڑی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی حقیقتوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

''عبداللہ خوب آدمی ہے اگر وہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کرے'' (الحدیث)

تہجُّد کی نماز کی اہمیّت وفضیلت

حافظ عطاء الرحمن

حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ...... جب قیامت کا دن ہوگا (تمام خلائق ایک میدان میں جمع ہوں گے) اُس وقت ایک منادی پکار کر کہے گا: ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! ''کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے وہ اپنے رب کو پکارتے تھے خوف اور اُمید رکھتے ہوئے اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے تھے؟'' پھر یہ لوگ کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے چلے جائیں گے۔ پھر (دوبارہ) منادی پکار کر کہے گا: ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! ''کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی......؟'' یہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے چلے جائیں گے۔ پھر (تیسری مرتبہ) منادی پکار لگائے گا اور کہے گا: ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! ''کہاں ہیں وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تھے؟'' پھر یہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے جو کہ بہت ہوں گے۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ جائیں گے ان پر حساب اور انجام ہوگا۔ (شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے مقرّب اور محبوب بندوں اور جنّت میں بلند درجات پانے والے اہل ایمان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ ساری رات غفلت میں سو کر نہیں گزارتے بلکہ وہ راتوں کو اُٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اُس کے سامنے باادب کھڑے ہوتے ہیں، اس کے سامنے عاجزی سے سجدے کرتے ہیں، اس کو پکارتے ہیں اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔ چنانچہ

- سورۂ سجدہ میں اہل ایمان کا جو تذکرہ ہوا ہے اس میں ان کی عبادت میں شب بیداری اور اس کے بدلے میں ان کو آخرت میں ملنے والی عالی شان نعمتوں کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ O فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O (السجدہ:16-17)

’’ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ ہوجاتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید سے اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں اور وہ ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان چھپا کر رکھا گیا ہے، یہ ان کے (نیک) اعمال کا بدلہ ہے‘‘۔

رات کے وقت اکثر لوگ سونے اور آرام میں مشغول ہوتے ہیں، اس وقت راحت و آرام کو چھوڑ کر نماز اور عبادت میں مشغول ہونا اتنا آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ بڑا مشقت والا کام ہے اور اس میں اخلاص وللّٰہیت ہی غالب ہوتی ہے یعنی ریا ونمود کا خطرہ بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس مشقت اور اخلاص والے نیک عمل کے بدلہ میں راحت وسکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ایسا سامان تیار کیا ہے جس کا کسی شخص نے کبھی تصور بھی نہیں کیا۔

- سورۂ ذاریات میں ہے کہ متقی لوگوں کو جنت میں جو نعمتیں حاصل ہوں گی وہ نعمتیں ان کو جن اچھے اعمال کے بدلے میں ملیں گی ان میں ایک عظیم عمل ان کی عبادت میں شب بیداری کا ہے۔ فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ ۝ كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (الذاریات:15-18)

''بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہو گا وہ اسے (خوشی خوشی) لے رہے ہوں گے، (اور یہ کیوں نا ہو؟) وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرتے تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور (باوجود اس کے) وہ سحری کے وقت (اپنی کوتاہی پر) استغفار کرتے تھے''۔

- سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں عباد الرحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مقبول بندوں کی متعدد صفات کا ذکر ہے، اُن میں ان کی عبادت میں شب بیداری کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے: وَ الَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝ (الفرقان:64)

''اور وہ رات گزارتے ہیں اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے''۔

- سورۂ آل عمران میں بھی جنت میں جانے والے لوگوں کی صفات بیان ہوئی ہیں کہ وہ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبرداری کرنے والے، مال خرچ کرنے والے اور اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ یعنی سحری کے وقت اللہ سے مغفرت طلب کرنے والے لوگ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی کے متعدد ارشادات میں بھی عبادت اور قیام میں رات گزارنے کی فضلیت واہمیت بیان ہوئی ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

1. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَ هُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ وَ مَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَ مَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ (الترمذی)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کے قیام (یعنی تہجد کی نماز) کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا معمول رہا ہے اور یہ تمہارے لیے اپنے ربّ کا قرب حاصل کرنے کا (اہم) ذریعہ ہے اور یہ برائیوں کو مٹانے والا ہے اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے تہجد کی نماز کی پابندی کا حکم دینے کے ساتھ اس کے کچھ فوائد اور اچھے نتائج وثمرات بھی بیان فرمائے ہیں۔

(۱) رات کو اُٹھ کر نماز اور عبادت میں وقت گزارنا، گزشتہ اُمتوں کے نیک بندوں کا دستور اور معمول رہا ہے؛ لہٰذا اگر تم اس کا اہتمام کرو گے تو تم بھی اللہ کے نیک بندوں میں شمار ہو گے۔ علاوہ ازیں ہر انسان اپنی پسندیدہ اور آئیڈل شخصیات کی پیروی کرتا ہے اور مسلمان کی پسندیدہ شخصیات تو اللہ کے نیک بندے (عباد اللہ الصالحین) ہیں لہٰذا ہم مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنا چاہیے، اور ان کی طرح عبادت میں شب بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مزید براں، ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ ہے اور ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ کا عبادت میں شب بیداری یا قیام اللیل کا معمول کیا تھا؟ اس کے بارے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُهُ فَإِنْ مَرِضَ قَرَأَ وَهُوَ قَاعِدٌ (مسند احمد)

''رسول اللہ ﷺ اسے کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اگر آپ بیمار ہوتے تو بیٹھ کر پڑھتے تھے''۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ ''آپ ﷺ کی رات کی نماز اتنی لمبی اور اتنی حسین ہوتی تھی کہ کچھ نہ پوچھو''۔ اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ رات کی نماز کی طوالت اور کثرت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ اتنی مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی اور پچھلی سب خطائیں معاف کر دی ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

(۲) قیام اللیل رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے یعنی رات کو جاگ کر نماز اور عبادت میں وقت گزارنا ایک اہم نفلی عبادت ہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کے اہتمام سے بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

......مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي

يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ (بخاری)

''......میرا بندہ نوافل کی ادائیگی سے بھی میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں''۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ، فَكُنْ (ترمذی)

''رب تعالیٰ اپنے بندے سے سب زیادہ قریب ہوتا ہے رات کے آخری حصے کے درمیان میں۔اس لیے اگر تم ان لوگوں میں ہو سکتے ہو جو اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں، تو ہو جاؤ''۔

(۳) قیام اللیل (تہجد کی نماز) گناہوں کا کفارہ بھی ہے اور برائیوں سے روکنے والا بھی ہے۔ایک دوسری روایت سے اس کی وضاحت اس طرح ہوئی ہے کہ کسی آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے پھر دن میں چوری بھی کرتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ رات کی نماز اس کو اس برائی سے روک دے گی جو تم کہہ رہے ہو''۔(مشکوٰۃ)

اصل بات یہ ہے کہ نیکی اور گناہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔اس میں شک نہیں کہ آدمی نیکی کے راستہ پر چلنے کا فیصلہ کرلے اور اس راستے پر گامزن ہو جائے تو رفتہ رفتہ ساری برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔یہ بات قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے کہ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (هود: 114) ''بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں''۔پھر نیک کاموں میں نماز کی بڑی اونچی شان ہے۔ایک حدیث میں ہے: الصَّلَاةُ خَيْرُ مَوْضُوعٍ (طبرانی) یعنی شریعت میں وضع کردہ اعمال میں نماز سب سے افضل عمل ہے۔جیسے فرض نماز دوسرے فرائض میں فضیلت

رکھتی ہے اسی طرح نفل نماز دیگر نوافل میں فضیلت رکھتی ہے اور نفل نمازوں میں سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ قِيَامُ اللَّيْلِ (نسائی) ''فرض نماز کے بعد سب سے فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے''۔ اور نماز کی ایک خاصیت قرآن میں یہ بیان ہوئی ہے کہ ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: 45) ''بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے''۔ گویا تہجد کی نماز کے اہتمام سے بندۂ مومن کے دل میں ایسی نورانیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اس سے گزشتہ گناہوں کی سیاہی اور نحوست بھی ختم ہوجاتی ہے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے دل متنفر سا ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں نیک اعمال کا شوق زیادہ ہوجاتا ہے اور عبادت کی رغبت بڑھ جاتی ہے، اس کے بعد بندۂ مومن کے لیے قربِ الٰہی کے منازل طے کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے۔ پھر اُسے تہجد کی نماز میں جو لذت اور حلاوت ملتی ہے وہ اسے دو عالم سے ہی بیگانہ کردیتی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

قیام اللیل کی لذت سے آشنا ہوجانے سے متعلق ایک حکایت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شاہِ سنجر نے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو نیمروز علاقے کی آمدنی آپ کی خانقاہ کے لیے وقف کردوں۔ آپ نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ مجھے نیم شب کی جو دولت عطا ہوئی ہے اس کے ہوتے ہوئے تمہارے نیمروز کی دولت کا ایک جو بھی نہیں لوں گا۔ ؎

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ز ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

ترجمہ: شاہِ سنجر کی سیاہ رنگ کی چھتری کی طرح میرے بخت کا چہرہ سیاہ ہوجائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ذراسی بھی ہوس ہو۔ جب سے مجھے نیم شب (آدھی رات) کی سلطنت حاصل ہوئی ہے میں تمہاری نیم روز کی سلطنت کا ایک جو بھی نہیں لوں گا۔

ابوسلیمان رحمہ اللہ ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا قول ہے: أَهْلُ اللَّيْلِ فِي لَيْلِهِمْ أَلَذُّ مِنْ أَهْلِ اللَّهْوِ فِي لَهْوِهِمْ، وَلَوْلَا اللَّيْلُ مَا أَحْبَبْتُ الْبَقَاءَ فِي الدُّنْيَا۔ (......) یعنی شب بیدار لوگوں کو اپنی شب بیداری میں جو لذت نصیب ہوتی ہے وہ عیاشی کرنے والوں کو اپنے سامانِ عیش

میں حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں باقی رہنا پسند نہ کرتا‘‘۔ گویا دنیا میں لذت وسکون اور راحت صرف مادی چیزوں سے ہی حاصل نہیں ہوتی، کچھ معنوی اور روحانی چیزیں انسان کے لیے زیادہ لذت وسکون اور راحت کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

(۴) اس حدیث کی بعض روایات میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ یعنی قیام اللیل جسم سے بیماری کو دور کرتا ہے۔ گویا تہجد کی نماز سے جہاں بہت سے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں یہ جسمانی صحت کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

2 تہجد کی نماز کے وقت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد سے لے صبح صادق تک تہجد کا وقت ہے، اس دوران میں جو نفلی نماز پڑھی جائے گی وہ تہجد ہی شمار ہوگی، البتہ رات کا آخری تہائی حصہ افضل واعلیٰ اور دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهٗ (متفق علیہ)

’’جب رات کا آخری تہائی باقی رہ جاتا اُس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے اپنی حاجت کا سوال کرے میں اس کی حاجت پوری کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں؟‘‘

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ ’’کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟‘‘ آپ نے فرمایا: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَ دُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ ’’رات کے آخری حصے کے بیچ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا‘‘۔ (ترمذی)

3 تہجد کی نماز کا اہتمام کرنے والوں کے لیے احادیث میں ایک بشارت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کے لیے جنت میں داخلہ آسان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے حضور ﷺ سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ،

وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (ابن ماجہ)

’’اے لوگو! سلام کو عام کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو جب سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں (یہ کام کرو) تو تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے‘‘۔

4 سردی کے موسم میں قیام اللیل نسبتاً آسان ہوتا ہے، کیونکہ اس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اور راتیں لمبی ہوتی ہیں، لہٰذا اس موسم میں خاص طور پر قیام اللیل کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے۔ اس موسم بارے حدیث مبارکہ میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلشِّتَاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ، قَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَ وَطَالَ لَيْلُهُ فَقَامَ

’’سردی کا موسم بندۂ مومن کا موسمِ بہار ہے، اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے تو وہ روزہ رکھتا ہے اور اس کی رات لمبی ہوتی ہے تو وہ (تہجد کی نماز میں) قیام کرتا ہے‘‘۔

(بیہقی، عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

یعنی بندۂ مومن اس قیمتی موقع کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے، دن میں روزہ رکھ کر اور رات کو قیام کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ ہمیں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دن میں روزے اور رات میں نماز کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر اس موسم کے دو تین مہینے اس کا اہتمام کر لیں گے تو اس سے ان شاء اللہ یہ ہمارا مستقل معمول بن جائے گا اور بعد میں بھی نماز تہجد کا سلسلہ جاری رکھنا آسان ہو جائے گا۔ ان دنوں (نومبر تا جنوری) میں عام طور پر رات آٹھ بجے تک عشاء کی نماز سے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں اگر رات کو نو بجے بھی سو جائیں تو صبح چار بجے تک سات گھنٹوں میں نیند پوری ہو جاتی ہے۔ شروع کے چند دن شاید کچھ مشکل محسوس ہو لیکن کچھ دن اپنے نفس کو اس کا پابند بنانے کے بعد نماز کے لیے اٹھنے میں آسانی ہو جائے گی پھر یہ سلسلہ جاری رکھنا بھی آسان ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

5 تہجد کی نماز کی اہمیت وفضیلت یوں تو سب اہل ایمان کے لیے ہے البتہ ’’جن کے رُتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے‘‘ کے مصداق، جو حضرات معاشرے میں کسی درجہ کے دینی رہنما سمجھے جاتے ہیں یا وہ حضرات جو دین کا کام کرتے ہیں: دعوت اِلی اللہ، تبلیغ، دینی تعلیم وتعلّم اور

تدریس، قرآن وسنت کے علوم کی ترویج واشاعت، معاشرے کی دینی اصلاح، احیائے اسلام اور غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد وغیرہ، ان حضرات کے لیے تہجد کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ رسول اکرم ﷺ پر ابتدائی زمانہ میں جو قرآن مجید نازل ہوا اُس میں سورۂ مزمل بھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیام اللیل کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اس سے نبوت کا بارِ عظیم اُٹھانے اور اس کی ذمہ داری ادا کرنے کی طاقت حاصل ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا۝

’’اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات، یا اس میں سے قدرے کم کردو یا اس سے کچھ بڑھادو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، ہم آپ پر بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں، بے شک رات کے وقت اٹھنا ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی اچھے طریقے پر کہی جاتی ہے، دن میں تو لمبی مصروفیت میں رواں دواں رہتے ہو‘‘۔

جو لوگ بجا طور پر احیائے دین، اشاعت دین یا غلبہ دین کے کام کو ایک دینی فریضہ اور اس فریضہ کی ادائیگی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں انھیں اپنے ذہن میں یہ بھی رکھنا چاہیے کہ ہمارے کاندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری ہے، اب وہ دن گئے کہ جب ٹانگیں پھیلا کر رات بھر سوتے رہتے تھے، اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہمیں مستعد رہنا ہے اور یہ استعداد حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ قیام اللیل ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی — کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

6 تہجد کی نماز کے اہتمام کے لیے کرنے کے کام:

(i) رات کو اٹھنے کی نیت اور پختہ ارادہ کر کے سونا۔ پختہ ارادہ میں یہ بھی شامل ہے کہ اٹھنے کا انتظام کر کے سویا جائے یعنی الارم لگا لیا جائے یا کسی کو جگانے کا کہہ دیا جائے اور سونے سے پہلے

ہی وضو کے پانی اور جائے نماز کا انتظام کرلیا جائے۔ جب آدمی کسی اچھے کام کی نیت اور پختہ ارادہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ کام بآسانی ہوجاتا ہے، اگر آدمی وہ کام نہ بھی کرسکے تو نیت کا ثواب اسے مل جاتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتٰى فِرَاشَهٗ وَهُوَ يَنْوِى أَنْ يَقُومَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى أَصْبَحَ كُتِبَ لَهٗ مَا نَوٰى وَكَانَ نَوْمُهٗ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ (النسائی)

''جو شخص اپنے بستر پر اس نیت سے آیا کہ وہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے گا، پھر اس پر نیند کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اُس کے لیے وہ لکھ دیا جاتا ہے جس کی اُس نے نیت کی اور اس کی نینداس کے رب تعالیٰ کی طرف سے اس پر بخشش ہوجاتی ہے''۔

ب۔ رات کو جلدی سونا۔ اگر آدمی جلدی سوجائے تو جلدی اُٹھنا آسان ہوتا ہے۔ اگر بلامعقول وجہ کے رات دیر تک جاگتا رہے گا تو تہجد کی نماز کے لیے اُٹھنا مشکل ہوجائے گا۔

ج۔ کھانا کم کھانا۔ زیادہ پیٹ بھر کر کھانے سے سستی بھی ہوجاتا ہے اور نیند بھی ضرورت سے زیادہ آتی ہے، ایسی صورت میں تہجد کے لیے اُٹھنا مشکل ہوسکتا ہے۔

د۔ سونے کے لیے سادہ بستر استعمال کرنا۔ زیادہ نرم اور ملائم بستر رات کے قیام میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جس بستر پر آرام کرتے تھے وہ بستر کیسا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: آپ ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کرکے بچھاتے تھے، ایک دن میں نے اس خیال سے وہ ٹاٹ چوہرا کرکے بچھادیا کہ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوجائے گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ رات کو کونسا بستر بچھایا تھا؟ میں نے کہا کہ یہ وہی ٹاٹ ہے جو پہلے ہم بچھاتے ہیں البتہ اب میں نے اسے چوہرا کردیا ہے تاکہ آپ کے لیے نرم ہوجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پہلی حالت پر ہی بچھادو، کیونکہ اس کی نرمی رات کی نماز کے لیے اُٹھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ (شمائل ترمذی)

ہ۔ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ اگر آدمی نیکی کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو اسے لازماً گناہوں کو چھوڑنا ہوگا ورنہ یہ گناہ نیکی کے راستے پر چلنے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ کیونکہ گناہ اور نیکی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ ماہ تک قیام اللیل سے محروم ہوگیا تھا۔ کسی نے پوچھا: وہ کونسا گناہ تھا؟ فرمایا: میں نے ایک آدمی کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ دکھلاوا (ریاکاری) کررہا ہے۔

ہ قیام اللیل کے لیے گھر میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا۔ شوہر اور بیوی، والدین اور اولاد تہجد کی نماز کے لیے ایک دوسرے کو آمادہ بھی کریں اور تعاون بھی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَ أَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَ أَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى فَاِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابوداود، مسند احمد)

’’اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جو رات کو اٹھا پھر اس نے نماز پڑھی اور اس نے اپنی بیوی کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی پھر اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو شوہر نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس عورت پر جو رات کو اُٹھی پھر اس نے نماز پڑھی اور اس نے اپنے شوہر کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی پھر اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو بیوی نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا‘‘۔

7 آخر میں وہ حدیث پیش خدمت ہے جس پر اس مضمون کا عنوان باندھا گیا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَأٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا أَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا أَعْزَبَ، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي اِلَى النَّارِ، فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ، فَقَالَ لِي: لَنْ تُرَاعَ۔ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ۔ قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ

لَا یَنَامُ مِنَ اللَّیْلِ اِلَّا قَلِیلًا (بخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جو شخص کوئی خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرتا، میری بھی آرزو تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کروں۔ میں ایک نوعمر جوان لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ کے کنارے پر کنویں کی منڈیر کی طرح منڈیر بنی ہوئی ہے اور اس کے دو ستون ہیں جس طرح کنویں کے ستون ہوتے ہیں اور اس کے اندر لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں تو میں نے کہنا شروع کر دیا: میں آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، میں آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اسی دوران ان دونوں فرشتوں سے ایک اور فرشتہ آ کر ملا، اس نے مجھ سے کہا: تم مت ڈرو۔ میں نے یہ خواب (اپنی بہن) اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ خوب آدمی ہے! اگر یہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کرے۔'' سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جو قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنی رب کی خاص عنایتوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آمین

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ھو میں!

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت واِفادیّت

❾

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

۴، ۵، ۶۔ پڑوسیوں، مسافروں اور غلاموں سے حسنِ سلوک:

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں جن کے ساتھ حسن سلوک اور احسان و اکرام کا حکم دیا گیا ہے، ان میں یتیموں اور مسکینوں کے بعد پڑوسیوں، مسافروں اور غلاموں کا ذکر آتا ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ پڑوسیوں سے مراد صرف وہ لوگ نہیں جن کا مکان آپ کے مکان سے متصل یا قریب ہے، بلکہ پڑوسیوں سے مراد مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

أ: __قرابت مند پڑوسی:__ ایسا پڑوسی جو رشتہ دار بھی ہے اسے "**الجار ذي القربى**" سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کے حقوق دوسرے پڑوسیوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں کیوں کہ یہ پڑوسی رشتہ دار بھی ہے، چنانچہ ایسے پڑوسی سے حسن سلوک صلہ رحمی بھی ہوگی اور پڑوسی سے حسن تعامل بھی۔

ب: __محض اجنبی پڑوسی:__ یہ ایسا پڑوسی ہے جو قرابت دار نہیں، بلکہ اجنبی پڑوسی ہے۔ اسے "**الجار الجنب**" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اجنبیت رشتہ و قرابت کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے اور دین و مذہب میں اختلاف کے باعث بھی۔

ج: __عارضی پڑوسی:__ یہ ایسا شخص ہے جو سفر و حضر میں کسی جگہ ساتھی یا ہم نشین بن گیا ہے،

اسے ''الصاحب بالجنب'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہم سفر، شراکت دار، پروجیکٹ پارٹنر، کلاس فیلو اور بورڈ ممبرز وغیرہ بھی اسی نوع میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ایسے جز وقتی ساتھیوں اور ہم نشینوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دیگر پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پڑوسیوں کے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٠١٥)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے پڑوسیوں کے متعلق اس قدر تاکید کی کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اسے وراثت میں حق دار بنا دیا جائے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ پڑوسیوں کی عزت و تکریم اور خبرگیری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ بِاللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالیَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالیَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ

(صحيح بخاري، رقم: ٦٠١٨)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہ دے اور جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

یہی حدیث صحیح مسلم میں ذکر ہوئی ہے جس میں ''فليكرم جاره'' کے الفاظ آئے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ ہمسایوں کی تکریم اور عزت کرنی چاہیے۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ (صحيح مسلم، رقم: ٧٧)

''حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک رکھے اور جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔''

احادیث مبارکہ میں جس طرح پڑوسیوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، اسی طرح ان کے ساتھ بدسلوکی اور تکلیف دہ رویہ رکھنے کی ممانعت بھی بیان ہوئی ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ

(صحيح بخاري، رقم: ٦٠١٦)

''حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا۔ پوچھا گیا: کون ہے وہ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔''

اسی طرح مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ تمدن کی ترقی کی وجہ سے حالات بدل چکے ہیں تاہم بوجوہ مسافر اب بھی ضرورت مند اور محتاج ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں مسافر کے ساتھ ہمدردی و خیرخواہی اور تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ [الروم: ٣٨]

''قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو، یہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ

تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں ’’حق‘‘ سے مراد مالی امداد اور صدقات وخیرات ہیں۔ رزق میں کشادگی اور مال ودولت میں فراوانی کے باوجود جن لوگوں کو صدقات دینے کا حکم ہے، ان میں وہ مسافر بھی شامل ہیں جو دورانِ سفر کسی مشکل میں پھنس گئے ہیں اور وہ ضرورت مند ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ [البقرة: ٢١٥]

’’وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ انھیں بتا دیجیے کہ جتنا مال بھی خرچ کرو گے وہ تمھارے والدین، اعزہ واقرباء اور تمھارے (معاشرے کے) یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور مطمئن رہو کہ جو نیکی بھی تم کرو گے، وہ ہرگز ضایع نہ ہوگی، اس لیے کہ اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔‘‘

۷۔ انفاق فی سبیل اللہ:

سورۂ بنی اسرائیل کی آیات نمبر ۲۲ تا ۳۹ میں والدین اور دیگر مستحقین کے ساتھ حسن سلوک اور مالی تعاون کا تذکرہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر انفاق فی سبیل اللہ کو بیان فرمایا اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کے اصول وضوابط اور آداب وقیود کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ [بني إسرائيل: ٢٦-٣٠]

’’تو قرابت داروں کو ان کا حق ادا کر اور یتیموں اور مسکینوں کا بھی اور اپنے مال کو بے جا نہ اُڑا۔ اس لیے کہ مال کو بے جا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اور اگر ان (ضرورت مندوں) سے اعراض کرنا پڑے، اس لیے کہ ابھی تو اپنے پروردگار کی رحمت کے انتظار میں ہے جس کی تجھے امید ہے تو ان سے نرمی کی بات کہہ۔ اپنا ہاتھ نہ گردن سے باندھے رکھ اور نہ اس کو بالکل کھلا چھوڑ دے کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ رہے۔ بے شک تیرا پروردگار ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں سے یقیناً باخبر ہے، وہ انھیں دیکھ رہا ہے۔‘‘

غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں جہاں اِعطاء و انفاق کا حکم دیا گیا ہے وہاں اعتدال و میانہ روی کو اپنانے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ فضول خرچی اور بے جا مال و دولت کو اڑانے اور نامناسب کاموں میں ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح جہاں کنجوسی و تنگ دستی کے نقصانات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہاں ضرورت سے زیادہ فراخ دلی اور بے جا فضول خرچی کے بُرے اثرات و نتائج سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے اور آخر میں اس اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انفاق سے رزق میں کشادگی اور کنجوسی سے تنگی اور افلاس پیدا ہوتی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو نہ صرف پسند فرماتا ہے بلکہ اپنے قرب سے نواز دیتا ہے جو غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہے اور ان کی مالی ضروریات کے ساتھ ساتھ دیگر مشکلات و حوائج میں ان کی مدد کرتا ہے۔

بلاشبہ ضرورت مند اور مفلس لوگ ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں ان کو اوپر اٹھانے میں مدد کرنا، انھیں ساتھ لے کر چلنا عین انسانیت ہے، اسی لیے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ

الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ O
[البقرة: ٢١٥]

''وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دے کہ جتنا مال بھی خرچ کروگے وہ تمھارے والدین، اعزہ و اقرباء اور (تمھارے معاشرے کے) یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے (لہٰذا جتنی ہمت ہے خرچ کرو) اور (مطمئن رہو کہ) جو نیکی بھی تم کروگے وہ ہرگز ضایع نہ ہوگی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح واقف ہے۔''

اعتدال ومیانہ روی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا O
(الفرقان:٦٧)

''اور وہ جو خرچ کرتے وقت نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔''

انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق مندرجہ ذیل پانچ موضوعات قابلِ غور ہیں:

1......موت سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب:

قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نہ صرف حکم دیا گیا ہے، بلکہ خرچ نہ کرنے پر وعید بھی سنائی گئی ہے۔ جہاں صدقات وخیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد وبرکات ذکر کیے گئے ہیں، وہاں اس کا اجر وثواب بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O
(المنافقون: ٩-١١)

''ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور (یاد رکھو کہ) جو ایسا کریں گے وہی خسارے میں پڑنے والے ہوں گے۔ ہم نے جو کچھ تمھیں عطا فرما رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے، پھر وہ (حسرت و پشیمانی سے) کہے کہ اے پروردگار! تُو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں تیری راہ میں خرچ کرتا اور (ایسا کرتا تو آج) صالحین کے زمرے میں ہوتا۔ درآں حال کہ جب کسی کا وقتِ مقرر (موت) آ پہنچے گا تو اللہ ہرگز اس کو ڈھیل نہ دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔''

موت آنے سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق دوسری جگہ یوں بیان ہوا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَo [البقرة: ٢٥٤]

''ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش نفع دے گی اور حقیقت یہی ہے کہ اس دن کے منکر ہی اپنی جان پر ظلم ڈھانے والے ہیں۔''

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع تو زندگی ہی میں ہے، مرنے کے بعد تو حسرت و پشیمانی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ حدیث میں ہے:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَسَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَيْسَ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ فَلَا يَرَى شَيْئًا قُدَّامَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٥٣٩)

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس طرح کلام کرے گا کہ اللہ اور بندے

کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر جب وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کے سامنے آگ ہوگی۔ تم اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچا سکتے ہو تو بچا لو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ممکن ہو۔‘‘

صدقہ وخیرات اور انفاق فی سبیل اللہ انسان کو جنت میں لے جانے کا سبب بنے گا۔ اسی لیے حکم دیا گیا ہے کہ اپنے مال سے اُخروی فلاح ونجات کو یقینی بنائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

[القصص: ۷۷]

’’اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دے رکھا ہے، اس میں آخرت کے گھر کے طلب گار بنو اور اس دنیا سے اپنا حصہ وہاں لے جانا نہ بھولو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تم بھی دوسرے کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں فساد کے خواہاں نہ بنو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اوّلین فرصت میں انفاق فی سبیل اللہ کو بجا لانا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت ہی میں موت آجائے اور انفاق کا موقع ہاتھ سے نکل جائے۔

سورۂ تغابن میں مذکورہ مضمون نہایت احسن انداز میں بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○[التغابن: ١٤-١٨]

’’ایمان والو! تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو، تاہم اگر عفو و درگزر اور چشم پوشی سے کام لوگے اور معاف کرو گے تو یہی بہتر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد بس ایک امتحان ہیں اور اجر عظیم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنی بھلائی کے لیے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور (یاد رکھو کہ) جو دل کی تنگی سے محفوظ رہے، وہی بالآخر فلاح پانے والے ہوں گے۔ اگر تم اللہ کو قرض دو ایک اچھا قرض تو وہ اس کو تمھارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمھاری مغفرت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا اقدر دان اور بڑا بردبار ہے۔ حاضر و غائب کا جاننے والا ہے، زبردست اور حکیم ہے۔‘‘

(جاری ہے)

جدّت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے!
خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے!
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے!
دریا متلاطم ہوں تری موجِ گہر سے!
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے!
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

(ضربِ کلیم)

ملک شام میں لگی آگ کے شعلے کہاں تک پہنچیں گے؟

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں

ابوفیصل محمد منظور انور

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جب ملک شام والوں میں خرابی پیدا ہو جائے گی تو تم میں کوئی اچھائی باقی نہیں رہے گی۔ میری اُمت کے ایک گروہ کو ہمیشہ اللہ کی مدد حاصل رہے گی، اس کی مدد نہ کرنے والے قیامت تک اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے‘‘۔(سنن ترمذی)

یعنی یہ گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، اللہ کی مدد و نصرت سے سرفراز رہے گا اور اس کی نصرت و تائید نہ کرنے والے لوگ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ امام نووی کہتے ہیں یہ گروہ اقطارِ عالم میں منتشر ہوگا جس میں بہادر قسم کے جنگجو، فقہاء، محدثین، زہداء اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والے لوگ ہوں گے۔

شام میں ہیئت تحریر الشام (STH) کے نام سے ایک عسکری گروہ نے شام کے بڑے شہروں حلب، ادلب، دمشق سمیت کچھ دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ STH میں بہت سے عسکری گروہ شامل ہیں۔ انھوں نے قبضہ کرنے کے بعد ملک میں عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق صدر بشار الاسد ملک چھوڑ کر روس میں پناہ لے چکے ہیں۔ 2011ء عرب سپرنگ عروج پر تھی تو عالمی طاغوتی قوتوں اور بعض مغربی طاقتوں نے اس صورتحال سے فائدہ اُٹھایا اور پہلے ٹیونس اور پھر مصر میں اخوان المسلمون کے صدر محمد مرسی کی حکومت کا خاتمہ کر کے فوجی

ڈکٹیٹر جنرل سیسی کو حکمران بنادیا گیا۔ لیبیا میں کرنل قذافی کی حکومت کو ختم کروایا گیا جہاں ابھی تک مستحکم حکومت نہیں ہے، پھر شام میں خانہ جنگی کروائی گئی۔ جس کے نتیجے میں 2011ء اور 2016ء میں سنی مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر کے ان کے شہروں دیہاتوں اور گھروں کو مسمار کر دیا گیا اور ان کی املاک پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ شام میں 75 فیصد سنی مسلمان اکثریت میں ہیں جبکہ اقلیتی نصیری گروہ نے پچاس برسوں سے ملک کے اقتدار پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ نصیری اقلیت سے تعلق رکھنے والے حافظ الاسد کا 30 سالہ دورِ حکومت اُس کی موت کے بعد ختم ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے بشار الاسد نے 2000ء میں اقتدار سنبھالا، جو بالآخر دسمبر 2024ء میں اختتام پذیر ہوا۔ آمریت کے طویل دور میں شدید بے روزگاری اور کرپشن رہی، سیاسی آزادی سلب تھی، ظلم و جبر کا نظام تھا، جمہوری حقوق کے لیے اُٹھنے والی آوازوں اور پر امن احتجاجی تحریک کو سختی کے ساتھ اور ظالمانہ طریقے اور طاقت کے ذریعے کچل دیا گیا اور غزہ کی طرح شہر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ آئے روز کی بمباری، کیمیائی حملوں اور بھوک سے تنگ عوام پر قیامت ڈھا دی گئی۔ اس صورتحال میں عوام نے اپنے تحفظ کے لیے ہتھیار اُٹھا لیے۔ نتیجے میں 2.2 کروڑ آبادی میں سے 68 لاکھ شہریوں کو ملک چھوڑنا پڑا۔ تقریباً 20 لاکھ شہری خیمہ بستیوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ 2020ء میں جنگ بندی کے باوجود ادلب پر بمباریاں جاری رہیں۔ 2021ء میں جنگ بندی ہوئی تو 40 لاکھ لوگ اپنے گھروں سے دربدر ہو کر ادلب میں رہ رہے تھے۔ یو این او کی 2023ء کی ایک رپورٹ کے مطابق 15.3 ملین شامی بنیادی انسانی ضروریات کی شدید کمی کا شکار رہے۔ عالمی قوتوں کی بے اعتنائی اور جنگی صورتحال کے باعث انسانی بنیادی ضروریات اور طبی سہولیات کا شدید ترین بحران رہا۔ فزیشن کی ہیومن رائٹس رپورٹ کے مطابق 400 طبی مراکز پر بھی بمباری کی گئی۔ فروری 2022ء میں طبی عملے کے 942 افراد جن میں ڈاکٹر بھی شامل ہیں جاں بحق ہوئے۔ دانستہ طور پر انسانی خوراک کی امداد کو روکا گیا۔ طویل جدوجہد اور لاکھوں افراد کے جان و مال کی قربانیاں دینے کے بعد اب اچانک 13 سال بعد تحریر الشام نے دو صوبوں کا مکمل کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ اسدی فوج کے بھاری ہتھیار ٹینک، فوجی گاڑیاں اور اسلحے کے ڈپو بھی تحریر الشام کے قبضے میں آ چکے ہیں۔

2023ء میں آئے روز شام میں بیسیوں سنی مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق چند دنوں میں ہی غوطہ شہر اور ملحقہ دیگر شہروں قصبوں میں بارہ سو سے زائد افراد شامی سرکاری افواج اور روسی طیاروں کی ظالمانہ بم باری کے نتیجے میں ہلاک کیے گئے، جن میں زیادہ تر تعداد معصوم بچوں اور عورتوں کی ہے۔ نام نہاد اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں زبانی جمع خرچ کرنے اور بیان بازی تک محدود رہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیا بھر میں خونِ مسلم کی ارزانی ہے اور مسلمانوں کو ہی بڑی بے دردی اور بڑے ظالمانہ طریقوں سے ہلاک کیا جاتا رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، یمن، لیبیا، مصر سمیت کئی دیگر ممالک اور روہنگیا برما میں تو برسوں سے مسلمانوں کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ مگر شام میں نہتے بے گناہ سُنی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا جاتا رہا ہے اس سے تو شاید ظالم رومی اور یونانی بادشاہوں کی روحیں بھی شرمندہ ہو رہی ہوں گی، جن کے جرائم کے مرتکب عناصر کو قتل عام کی کھلی چھٹی دی گئی تھی۔

مسلم دنیا میں جرأت مند، بہادر، نڈر اور صالح قیادت کا فقدان ہے۔ مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا کر اسلحہ فروخت کرنے والے اسلام دشمن مغربی ممالک اور امریکہ کا تو ایجنڈا ہی مسلم کشی ہے، مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ مرنے مارنے والے ہر طرف مسلمان ہی نظر آتے ہیں۔ OIC جو کہ مسلم ممالک کی تنظیم ہے وہ 'اوہ آئی سی' بن کر رہ گئی ہے اور ایک مردہ بھینس کی مثال لگتی ہے جو کہ بری طرح ناکامی سے دوچار ہو کر اپنی افادیت کھو چکی ہے۔ لگتا ہے کہ شام میں سلگنے والی آگ پوری دنیا کی بساط ہی لپیٹ دے گی، کیونکہ یہ ہو کر رہنے والا ہے اور قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزیاں جس طرح دیدہ دلیری اور ڈھٹائی و کمینگی سے ہو رہی ہیں ان کا انجام اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا کہ اب اس مغربی صہیونی بالادستی کا خاتمہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا بھی یہی لگتی ہے اور احادیثِ مبارکہ کی رُو سے شام و اہل شام سے اُمتِ مسلمہ کا مستقبل وابستہ ہے۔ اگر ملک شام ایسے ہی برباد ہوتا رہا تو اُمت کی بھی خیر نہیں ہے۔ ویسے تو یہ ملک 90 فیصد برباد ہو چکا ہے۔ پانچ سالہ خون ریزی، خانہ جنگی میں 8/10 لاکھ بیگناہ بچے، بوڑھے، عورتیں شہید اور لاکھوں کی تعداد میں یہ مفلوک الحال بے خانماں

افراد دیارِ غیر میں پناہ کے متلاشی دھکے کھا رہے ہیں، جبکہ لاتعداد دوسرے ملک کی سرحدوں پر زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں اور اتنے ہی تعداد میں زخمی یا معذور ہو چکے ہیں۔ لٰہذا شام مکمل تباہی کے بعد اب نزع کی حالت میں ہے۔ مذکورہ حدیث کے حساب سے عرب ممالک کے سنہرے دور کے خاتمہ کی اہم وجہ ملکِ شام کے موجودہ حالات ہیں۔ گویا حضرت محمد ﷺ کی ایک اور پیشگوئی کی علامت ظاہر ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے۔ ملکِ شام کے متعلق اِسرائیل، روس، ایران و امریکہ جو بھی جھوٹے بہانے بنائے، لیکن ان سب کا اصل ہدف جزیرۃ العرب ہے۔ کیونکہ کفار کا عقیدہ ہے کہ دجال مسیحا ہے، اس وجہ سے یہ لوگ فتنۂ دجال کے لیے اِنتظامات مکمل کر رہے ہیں۔ جس کے لیے عرب ممالک میں عدمِ اِستحکام پیدا کرنا ہے، کیونکہ ملکِ شام پر یہود و نصاریٰ قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل یہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ کتابِ فتن میں ہے کہ: ''آخری زمانے میں جب مسلمان ہر طرف سے مغلوب ہو جائیں گے، مسلسل جنگیں ہوں گی، شام میں بھی عیسائیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی''۔

مؤرخین کے مطابق سعودی عرب، مصر اور ترکی بھی باقی نہ رہے گا۔ ہر جگہ کفار کے مظالم بڑھ جائیں گے، اُمت مسلمہ خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گی، عرب خلیجی ممالک اور سعودی عرب وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی باقاعدہ پرشکوہ حکومتیں نہیں رہیں گی۔ سعودی عرب کا چھوٹا سا شہر خیبر (جو مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہود و نصاریٰ اُس کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ اس جگہ تک ان کی حکومت قائم ہو جائے گی، بچے کچے مسلمان مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے، اس وقت حضرت مہدی مدینہ منورہ میں ہوں گے۔ دریائے طبریہ بھی تیزی سے خشک ہو رہا ہے جو کہ حضرت مہدی کے ظہور سے قبل خشک ہوگا۔ جب مشرقِ وسطیٰ کے حالات کو خصوصاً مسلمانوں اور ساری دنیا کے حالات کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا خوفناک جنگ کی جانب بڑھ رہی ہے۔ فرانس میں حملوں کے بعد فرانس اور پوپ بھی عالمی جنگ کی بات کر چکے ہیں۔ اس عالمی جنگ کا مرکز کون سا خطہ ہوگا؟ واضح نظر آ رہا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ ہی متوقع ہے پاکستان اور بھارت کی کشمکش اور کشیدگی کے بڑھتے ہوئے حالات سے بھی لگتا ہے کہ جنگی حالات غزوۂ ہند کی طرف رُخ کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ''میری قوم کا ایک لشکر وقتِ آخر کے نزدیک ہند پر چڑھائی کرے گا اور اللہ اس لشکر کو فتح نصیب کرے گا، یہاں تک کہ وہ ہند کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس لشکر کے تمام گناہ معاف کر دے گا، پھر وہ لشکر واپس رخ کرے گا اور شام میں موجود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ جا کر مل جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں اپنا سب کچھ بیچ کر بھی اس لشکر کا حصہ بنوں گا اور پھر جب اللہ ہمیں فتح نصیب کرے گا، تو میں (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) جہنم کی آگ سے آزاد کہلاؤں گا۔ پھر جب میں شام پہنچوں گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر کے انہیں بتاؤں گا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی رہا ہوں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: بہت مشکل، بہت مشکل۔ (کتاب الفتن۔ واللہ اعلم)

آنے والے ادوار بڑے پرفتن نظر آتے ہیں اور اُس کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری اُمت پر ایک دور ایسے آئے گا جس میں فتنے ایسے تیزی سے آئیں گے کہ جیسے تسبیح ٹوٹ جانے سے تسبیح کے دانے تیزی سے زمین کی طرف آتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی ثقافت کی اندھی تقلید اور ہر کام میں ان سے مشابہت اختیار کرنے والے مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس مغضوب علیہم اور ضالین گروہوں پر آنے والے عذاب اور انجام کو سامنے رکھیں اور خبردار ہو جائیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے آپ کو اس دور فتن سے بچانے کے لیے تیار کریں اور اپنی نسلوں کی ابھی سے ایسی تربیت کریں اور ایمان بچانے کی فکر سے آگاہی دیں۔ اس صورتِ حال میں بڑی عالمی طاقتوں کا کردار بڑا ہی مایوس کن نظر آتا ہے۔ جو دنیا پر اپنا عالمی ایجنڈا نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ علاقے میں صورتحال انتہائی حد تک مخدوش ہے۔ مسلم دنیا کو اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں سے باخبر رہنے کی فوری ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلم دنیا پر خصوصاً اہل شام کی مدد و نصرت فرمائے۔

ؔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اجتماعی زندگی میں
اخوت، مساوات، معاشی عدل اور اللہ کی حاکمیّت کے تصورات
کی ترویج، فروغ اور غلبہ

انجینئر مختار فاروقی

(از حکمت بالغہ نومبر 2017ء)

آسمانی ہدایت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری اور ان پر اترنے والی وحی ربانی کا لُبِّ لباب یہی رہا ہے کہ انسانی زندگی کے عمرانی ارتقاء میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق آسمانی ہدایت اتاری گئی اور انسانوں نے اس کو قبول کیا۔ یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمانی ہدایت کا باب مکمل کر کے بند کر دیا گیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی میں ایک مکمل ترین اور کامل ترین انسان تھے۔ کامل و اکمل و احسن نبی اور رسول (علیہ السلام) تھے۔

'انقلاب' انسانی زندگی کے اجتماعی گوشوں یعنی معاشرت، معیشت اور سیاست میں بنیادی تبدیلی کا نام ہے۔ اسلامی انقلاب سے مراد جامع انقلاب ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برپا کیا جس میں زندگی کے انفرادی گوشے اور اجتماعی گوشے تبدیل ہوئے یعنی عقائد، عبادات اور رسومات کے ساتھ عائلی زندگی، سماجی اقدار، معاشی نظام اور سیاسی نظام میں تبدیلی آ گئی۔

انفرادی زندگی سے متعلق تو اصلاح کا کام علماء نے جاری رکھا لیکن مغربی اقوام کے غلبہ کے باعث اجتماعی گوشہ مغلوب ہو گیا اور اسلام دین نہ رہا بلکہ مذہب کی صورت اختیار کر گیا۔ اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ اس اجتماعی گوشہ میں دوبارہ دین اسلام کا غلبہ کرنا ہوگا۔ یہ کام پہلے کسی

ایک ملک کی حدود میں کرنا ہوگا اور پھر اسے باقی دنیا کے لئے نمونہ بنانا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ پوری انسانیت کی طرف رسول ہیں اور غلبۂ دین پوری دنیا پر مطلوب ہے......جس سے سماجی معاشی اور سیاسی سطح پر درج ذیل نمایاں تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

1 سماجی سطح پر

1۔ چونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔اس لیے نسل، رنگ، زبان، پیشے اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی اونچا ہے نہ نیچا بلکہ عزت وشرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہوں گے۔

2۔ پردے کے شرعی احکام نافذ کر کے خواتین کی عزت ووقار کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ اسلام کے خاندانی نظام کے تحت خواتین کی معاشی کفالت کی پوری ضمانت ہوگی تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ آئندہ نسل کی بہترین تربیت کر سکیں۔

3۔ خواتین کو ملکیت اور وراثت کے اسلامی حقوق حاصل ہوں گے۔ نیز انہیں تعلیم، صحت اور گھریلو صنعتوں کے میدان میں پردے اور ستر کے احکامات کو مدنظر رکھ کر اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہوگی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔اداروں میں صرف عورتیں کام کریں گی اور عورتیں نگران ہوں گی۔گھریلو انڈسٹری کو رواج دیا جائے گا۔

4۔ اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بدامنی کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور قتل، چوری اور ڈاکے کے علاوہ زنا اور تہمتِ زنا کی بھی جڑ کٹ جائے گی۔

5۔ سماجی برائیوں جیسے رشوت، فضول خرچی، نمود ونمائش کے لیے بے تحاشا دولت ضائع کرنے اور شادی بیاہ کی ہندوانہ رسموں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

6۔ مفت اور جلد از جلد انصاف مہیا ہوگا اور جھوٹی گواہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دیوانی معاملات میں فیس، وکلاء کا رول اور ان کی فیسوں کا معاملہ طے کرنا ہوگا۔

7۔ سب کے لیے ایک ہی جیسا نظامِ تعلیم ہوگا۔ امراء کے لئے نظامِ تعلیم اور......اور غرباء کے لئے اور، یہ تعلیم میں شرک ہے جو ختم کرنا ہوگا۔اس میں قدیم اور جدید......دینی اور دنیاوی کی کوئی تقسیم نہ ہوگی۔میٹرک اور ایک حد تک لازمی تعلیم مفت ہوگی۔

2 معاشی سطح پر

1۔ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی ذمہ دار ہوگی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر اور غیر مسلموں سے جزیے کی وصولی کا نظام نافذ ہوگا۔ آج کا دور اقتصاد کا دور ہے، انسان حیوان محض بن گیا ہے، زندگی کا مقصد کمانا اور خواہشات کو پورا کرنا قرار پایا ہے۔ بے روزگاری الاؤنس، ویلفیئر الاؤنس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اجراء کیا تھا۔

2۔ سود کی لعنت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جائے گا۔ جوئے، لاٹری، سٹے، دوطرفہ آڑھت اور خرید وفروخت کی تمام حرام صورتوں کو ختم کر کے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی جائے گی اور جائز ذرائع سے سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے گا۔

3۔ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ ہوجائے گا اور اس طرح غیر حاضر زمینداری کی تمام برائیاں بھی ختم ہوجائیں گی۔

4۔ شریعت اسلامی کی حدود کے اندر انفرادی ملکیت اور آزاد معاشی جدوجہد کی فضا برقرار رہے گی۔ اس ضمن میں صحت مند مقابلے سے صنعت وتجارت کو ترقی ہوگی اور پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

5۔ مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان اسلامی بھائی چارے اور عدل و انصاف کے علاوہ باہمی سودا کاری میں مزدور کو ریاست کی جانب سے کفالت کی ضمانت حاصل ہوگی۔

3 سیاسی سطح پر

1۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی چنانچہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جاسکے گا، اعلیٰ عدالتوں کو پورا اختیار ہوگا کہ اس قانون کو منسوخ کردیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔

2۔ خلافت سے قریب ترین نظام صدارتی نظام ہے لیکن باقی سارے نظام بھی مباح ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔

3۔ ریاست کے کامل بہترین شہری صرف مسلمان ہوں گے اور ان کے حقوق شہریت بالکل مساوی ہوں گے اور وہ اسلام کے اصول مشاورت کے مطابق باہمی مشورے سے ملک کے نظام کو چلائیں گے۔

4۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور کوئی شخص حتیٰ کہ صدرِ ریاست یا وزیرِ اعظم بھی قانون سے بالاتر نہ ہوگا۔

5۔ علاقائی یا نسلی وقبائلی روایات میں جو شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں، انہیں پورا تحفظ حاصل ہوگا۔

علامہ اقبال عجب پہیلی ہیں!

تاریخ کے عظیم ترین شعراء میں سے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ میں تو شاعر ہوں ہی نہیں، اور سچ بھی ہے کہ انہیں عظیم شاعر کہہ دینے سے ان کی پوری یا بنیادی حقیقت بیان نہیں ہوتی۔ ''ری کنسٹرکشن......'' جیسی کتاب کے مصنف ہیں جو جدید دور میں مسلم فلسفے میں چوٹی کا کام سمجھا جاتا ہے لیکن فلسفے سے بیزار بھی ہیں۔ صوفی ماں باپ کی صوفی منش اولاد ہیں اور سرتاپا صوفیانہ روایت میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن روایتی تصوف کے ناقد بھی ہیں۔ سیاسی فکر کا یہ عالم ہے کہ ان کے کہنے سے جناح قوم کے قائداعظم ہوگئے اور دنیا کا سب سے بڑا ملک تقسیم کروا دیا لیکن باقاعدہ سیاستدان بھی نہیں ہیں۔ گویا اقبال اردو اور فارسی کے بہترین شاعروں میں ہیں مگر خود، اپنی ذات کے اعتبار سے بنیادی حیثیت میں شاعر نہیں۔ اقبال اپنے وقت کے سب سے قدآور متکلم اور مسلم فلسفی ہیں مگر ان کی یہ حیثیت بھی ضمنی ہے۔ اقبال کی سیاسی وسماجی فکر نے ایک ملک کا نقشہ بدل دیا مگر سیاسیات اور سماجیات ان کی شخصیت کی محض ایک شاخ ہے۔ اقبال کو بیک وقت عظیم شاعر، سیاستدان، صوفی اور فلسفی کہہ دینا بھی ان کی شخصیت سے انصاف نہیں کر پاتا۔ دراصل اقبال کی شخصیت اتنی وسیع ہے کہ وہ تصوف، ادب، سیاست اور فلسفہ کی معراج تک پہنچ جاتے ہیں مگر کوئی بھی شئے ان پر حاوی نہیں ہو پاتی۔ بلکہ وہ تصوف، ادب، سیاست اور فلسفہ پر حاوی رہتے ہیں۔ تمام شعبوں کے تنگ نظر چاہتے ہیں کہ اقبال کسی ایک شئے میں خود کو غرق کر دیں، مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اقبال تصوف، ادب، سیاست اور فلسفہ کو اپنے اندر سما لیتے ہیں۔

بقول انہی کے ؏ مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

منقول

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

ماہانہ رپورٹ

21 نومبر تا 20 دسمبر 2024ء

جائزہ اجلاس: انجمن کی کارکردگی کے جائزے کے لیے مجلس شوریٰ کا اجلاس مورخہ 13 دسمبر بروز جمعہ، بوقت 10:25 قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوا۔

ترجمۃ القرآن نشست: جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمۃ القرآن نشست قبل خطبہ جمعہ باقاعدگی سے منعقد ہوتی رہی۔ اس دورانیہ میں سورۃ بقرہ کے آخری حصے اور سورۃ آل عمران کا آیت 164 تک کا مطالعہ مکمل ہوا۔

دروسِ قرآن: شہر کے مختلف مقامات پر دروسِ قرآن کا روزانہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ پروگرام کا سلسلہ جاری رہا۔

ترجمۃ القرآن کلاس برائے خواتین: ہر بدھ کو خواتین ہال قرآن اکیڈمی جھنگ میں ترجمۃ القرآن کلاس منعقد ہوتی رہی۔ سورۃ بنی اسرائیل مکمل ہوئی اور سورۃ کہف کا آغاز ہوا۔

دروس برائے خواتین: قرآن اکیڈمی جھنگ میں ماہانہ درس قرآن 4 دسمبر بروز بدھ کو اور مدرسہ جنت القرآن جھنگ سٹی میں ماہانہ درس قرآن 15 دسمبر بروز اتوار کو منعقد ہوا۔

شب بیداری: قرآن اکیڈمی جھنگ میں شب بیداری کا ماہانہ پروگرام 29 نومبر کو منعقد ہوا۔

25 روزہ قرآن فہمی کورس: 25 نومبر تا 13 دسمبر، بعد نماز عصر تا نماز عشاء قرآن فہمی کورس منعقد ہوا، جس میں 12 افراد نے شرکت کی۔

رابطہ وملاقات: ناظم اعلیٰ نے اراکین انجمن سے رابطوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں دو مؤسس ارکان سے ملاقات ہوئی۔

ان شاء اللہ

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

کے زیرِ اہتمام

ماہِ جنوری 2025ء میں منعقد ہونے والے

ماہانہ دروسِ قرآن وخطابات

01
بروز بدھ | سہ پہر 4 بجے
خواتین ہال قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر2،ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
0336-6778561
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

01
بروز بدھ | بعد نمازِ مغرب
رہائش گاہ جناب اصغر علی مگھیانہ صاحب
کھوکھرا چک، جھنگ
0345-7593248
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

01
بروز بدھ | بعد نماز عشاء
رہائش گاہ جناب رانا امتیاز احمد صاحب
مدینہ ٹاؤن، جھنگ
0300-6500413
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

03
جمعۃ المبارک | 11:00 بجے دوپہر
سلسلہ وار ترجمۃ القرآن نشست
جامع مسجد قرآن اکیڈمی
لالہ زار کالونی نمبر2،ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

05
بروز اتوار | 9:30 دن
مدرسہ جنت القرآن للبنات
سرکلر روڈ، جھنگ سٹی
0305-7289431
مدرّس: عبداللہ ابراہیم صاحب

05
بروز اتوار | بعد نماز عشاء
رہائش گاہ حاجی صدیق شہزاد صاحب
محلّہ سلطان والا جھنگ
0342-7922955
مدرّس: عبدالمجید کھوکھر صاحب

07
بروز منگل | بعد نماز عشاء
رہائش گاہ جناب رانا شہباز احمد صاحب
محلّہ سلطان والا جھنگ
0345-7615968
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

08
بروز بدھ | بعد نمازِ مغرب
جامع مسجد بلال
محلّہ احمد نگر، سبزی منڈی روڈ جھنگ
0334-6309544
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

10
جمعۃ المبارک | 11:00 بجے دوپہر
سلسلہ وار ترجمۃ القرآن نشست
جامع مسجد قرآن اکیڈمی
لالہ زار کالونی نمبر2،ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

10
جمعۃ المبارک | بعد نمازِ مغرب
رہائش گاہ جناب اقبال کامران صاحب
دارالسکینہ روڈ جھنگ
0346-6338750
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

10
جمعۃ المبارک | بعد نماز عشاء
رہائش گاہ جناب ملک منیر احمد صاحب
نور شاہ، سرگودھا روڈ جھنگ سٹی
0347-8256613
مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

12
بروز اتوار | بعد نماز عشاء
رہائش گاہ حاجی صدیق شہزاد صاحب
محلّہ سلطان والا جھنگ
0342-7922955
مدرّس: عبدالمجید کھوکھر صاحب

13

بروز پیر | بعد نمازِ مغرب

جامعہ مسجد عائشہ صدیقہ

محلّہ باغوالہ، جھنگ صدر

0310-3062121

مدرّس: حافظ عطاء الرحمٰن صاحب

14

بروز منگل | بعد نماز عشاء

جامع مسجد عبیداللہ (گنبدوں والی)

محلّہ سلطان والا جھنگ صدر

0333-6730696

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

15

بروز بدھ | بعد نمازِ مغرب

رہائش گاہ جناب اصغر علی مگھیانہ صاحب

کھوکھرا چک، جھنگ

0345-7593248

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

17

جمعۃ المبارک | 11:00 بجے دوپہر

سلسلہ وار ترجمۃ القرآن نشست

جامع مسجد قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

17

جمعۃ المبارک | بعد نماز عشاء

رہائش گاہ جناب سرفراز احمد صاحب

خاکی شاہ روڈ، جھنگ

0344-7933161

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

19

بروز اتوار | بعد نمازِ مغرب

رہائش گاہ حاجی محمد منظور انور صاحب

سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ

0333-6502442

مدرّس: حافظ عطاء الرحمٰن صاحب

19

بروز اتوار | بعد نماز عشاء

رہائش گاہ حاجی صدیق شہزاد صاحب

محلّہ سلطان والا جھنگ

0342-7922955

مدرّس: عبدالمجید کھوکھر صاحب

21

بروز منگل | بعد نماز عشاء

رہائش گاہ جناب رانا شہباز احمد صاحب

محلّہ سلطان والا جھنگ

0345-7615968

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

24

جمعۃ المبارک | 11:00 بجے دوپہر

سلسلہ وار ترجمۃ القرآن نشست

جامع مسجد قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

26

بروز اتوار | بعد نماز عشاء

رہائش گاہ حاجی صدیق شہزاد صاحب

محلّہ سلطان والا جھنگ

0342-7922955

مدرّس: عبدالمجید کھوکھر صاحب

28

بروز منگل | بعد نمازِ مغرب

رہائش گاہ جناب محمد نسیم سیال صاحب

گلی بالمقابل رائے ہسپتال گوجرہ روڈ جھنگ

0333-7327000

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

28

بروز منگل | بعد نماز عشاء

جامع مسجد عبیداللہ (گنبدوں والی)

محلّہ سلطان والا جھنگ صدر

0333-6730696

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

31

جمعۃ المبارک | 11:00 بجے دوپہر

سلسلہ وار ترجمۃ القرآن نشست

جامع مسجد قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

مدرّس: انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب

خواتین کیلئے

ہفتہ وار

درسِ قرآن مجید

بروز بدھ 08/15/22/29

وقت 4:00 بجے تا 5:00 سہ پہر

خواتین ہال

معلّمہ: اہلیہ انجینئر عبداللہ اسماعیل

0336-6778561

قرآن اکیڈمی جھنگ

مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فرمودۂ اقبال

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق (7)

29

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ او مولا صفات

مومن کا فقر کیا ہے؟ کائنات کو مسخر کرنا، اس کی تاثیر سے غلام میں آقا کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں

30

فقرِ کافر خلوتِ دشت و در است
فقرِ مومن لرزۂ بحر و بر است

کافر کا فقر جنگل اور بیابان میں تنہا رہنا ہے مومن کا فقر سمندر اور خشکی پر لرزہ طاری کر دینا ہے

31

زندگی آں را سکونِ غار و کوہ
زندگی ایں را ز مرگِ باشکوہ!

اُس (کافر) کیلئے غار و پہاڑ کا سکون زندگی ہے، اِس (مومن) کیلئے شاندار موت (شہادت) سے زندگی ہے

32

آں خدا را جُستن از ترکِ بدن
ایں خودی را بر فسانِ حق زدن

وہ (کافر) ترکِ بدن کر کے خدا کو ڈھونڈنا ہے، یہ (مومن) اپنی خودی کو حق کی سان پر چڑھانا ہے

33

آں خودی را کُشتن و واسوختن
ایں خودی را چوں چراغ افروختن

وہ خودی کو مارنا اور جلانا ہے اور یہ خودی کو چراغ کی مانند روشن کرنا ہے

فرہنگ (الفاظ کے معانی)

چیست: (چہ است) کیا ہے۔ تسخیر: تابع کرنا۔ خلوت: تنہائی۔ دشت و در: جنگل اور گھر۔ غار و کوہ: غار اور پہاڑ۔ مرگ: موت۔ باشکوہ: شان و شوکت والی۔ جستن: تلاش کرنا۔ فساں: اوزار تیز کرنے کا پتھر۔ کشتن: قتل کرنا۔ واسوختن: جلانا، بیزار ہونا۔ افروختن: روشن کرنا

فارسی اشعار کی تشریح

29 مسلمان خلوص واخلاص سے بندۂ مومن بن جائے اور فقر اختیار کرے تو 'تسخیر جہات' اور تسخیر کائنات اس کا حاصل ہے۔ فقر اور درویشی وہ قوت ہے کہ جس سے بندۂ مومن میں ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی 'شانِ غنا' اور اسباب سے بے توجہی کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں جیسے روزہ رکھنے سے انسان کی روح بیدار ہوتی ہے کہ انسان ایک معین وقت کے لیے کھانا پینا اور نفسیاتی تقاضوں سے اجتناب کرتا ہے یہ ملکوتی شان ہے اور یہ کیفیت انسان کو فرشتوں اور اپنے ربّ کے قریب کر دیتی ہے۔

30 آسمانی ہدایت فراموش کر دینے والی قومیں یا خود ساختہ افکار میں مست فلاسفہ کے لیے فقر جنگلوں اور بیابانوں کی خلوت گزینی ہے جبکہ بندۂ مومن کا فقر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تسخیر کائنات ہے اور دنیا کے نظام کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت کے تابع کر دینے کی جدوجہد کا نام ہے اور ابلیسی وصہیونی عالمی غالب استعماری قوتوں کے لیے ہر دور میں یہ جذبہ موت کا پیغام ہے۔ یہ صدا قرونِ اولیٰ میں بھی اہل باطل پر لرزہ طاری کر دینے والی تھی اور آج بھی ہم مسلمان دینی تقاضوں کو سمجھیں اور 'فقر' کو اختیار کریں تو یہ فقرِ محمدی وقت کے فرعونوں پر لرزہ طاری کرنے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل اور دُنیاوی لذتوں اور چٹخاروں سے کنارہ کشی انسان کے اندر ایسی ملکوتی شان کردار پیدا کر دیتی ہیں جس کا مقابلہ اسلحہ اور قوت سے نہیں کیا جا سکتا۔

31 کافر کی زندگی میں تلاشِ حقیقت کا جذبہ ہوتا ہے تو اس کا ذہن پہاڑوں، جنگلوں اور غاروں میں سکون تلاش کرنے کی سوچتا ہے جیسا کہ عیسائیت، بدھ مت، ہندو مت، جین مت وغیرہ میں ہے جبکہ بندۂ مومن یعنی مردِ فقیر اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر ایک اعلیٰ زندگی اختیار کرنے کا سوچتا ہے تو اسلام میں خالق کائنات کی رضا جوئی اور محبت الٰہی کا مظہر دنیا سے ظلم و جور اور بے حیائی کا خاتمہ ہے اللہ کی حاکمیّت یعنی نظامِ خلافت کا قیام ہے جس کے لیے جہاد کی ضرورت ہے اور اسی راہ میں 'موت' ایک شاندار موت 'مرگِ باشکوہ' بن جاتی ہے۔

32 کافروں کے تصورات میں خدا کی تلاش یا حق کی تلاش ترکِ لذات میں ہے اور دنیا سے کنارہ کشی میں ہے جبکہ مردِ فقیر فقر اختیار کر کے اپنی روح اور خودی کی آبیاری و بیداری کے لیے اللہ کے دین کی جدوجہد میں لگ جاتا ہے یعنی 'راہِ حق' یا دین یعنی قرآن مجید اور اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق بناتا ہے اور اس طرح اس کی خودی زیادہ تیز اور فعال ہو جاتی ہے۔

33 جلانے کا ایک ہی عمل ہے۔ ایک جلانا آگ لگا کر کسی چیز کو بھسم کر دینا ہے ایک آگ جیسی چیز کو مسخر کر کے کام میں لانا ہے یعنی چراغ کی صورت بنا دینا ہے۔ کافر 'خودی' کو مارنے اور بھسم کر دینے کی راہ اختیار کرتا ہے جبکہ بندۂ مومن فقر کے ذریعے راہِ حق میں مثال بن کر دوسروں کے لیے عین منجدھار میں رہ کر زندگی بسر کرنا ہے یعنی وہ ایک چراغ کی صورت میں جل کر دوسروں کے لیے رہنمائی کا سبب بنتا ہے۔

Vol 19
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
JANUARY 2025
No 01

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّور

اِن شَآءَ اللّٰہ

25 روزہ قرآن فہمی کورس

پھر سوئے حرم لے چل

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

اس کورس میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا منتخب نصاب، تاریخ اسلام، بنیادی عربی گرائمر اور کلامِ اقبال پڑھایا جاتا ہے۔ یہ کورس قرآن اکیڈمی جھنگ میں وقتاً فوقتاً جزوقتی اور کل وقتی منعقد ہوتا ہے

13 جنوری 2025ء سے کل وقتی کورس منعقد ہو رہا ہے
جس میں ملک بھر کے تمام شہروں سے لوگ شریک ہو سکتے ہیں

اس کورس میں شرکاء کے لیے قیام و طعام کا انتظام بھی ہوگا

کورس کی تدریس اور کتب پر کوئی معاوضہ نہیں ہے

شرکت کے خواہشمند حضرات بذریعہ فون یا واٹس ایپ اپنا نام رجسٹر کرائیں

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861-63, 0336-6778561(WhatsApp), 0312-6898181